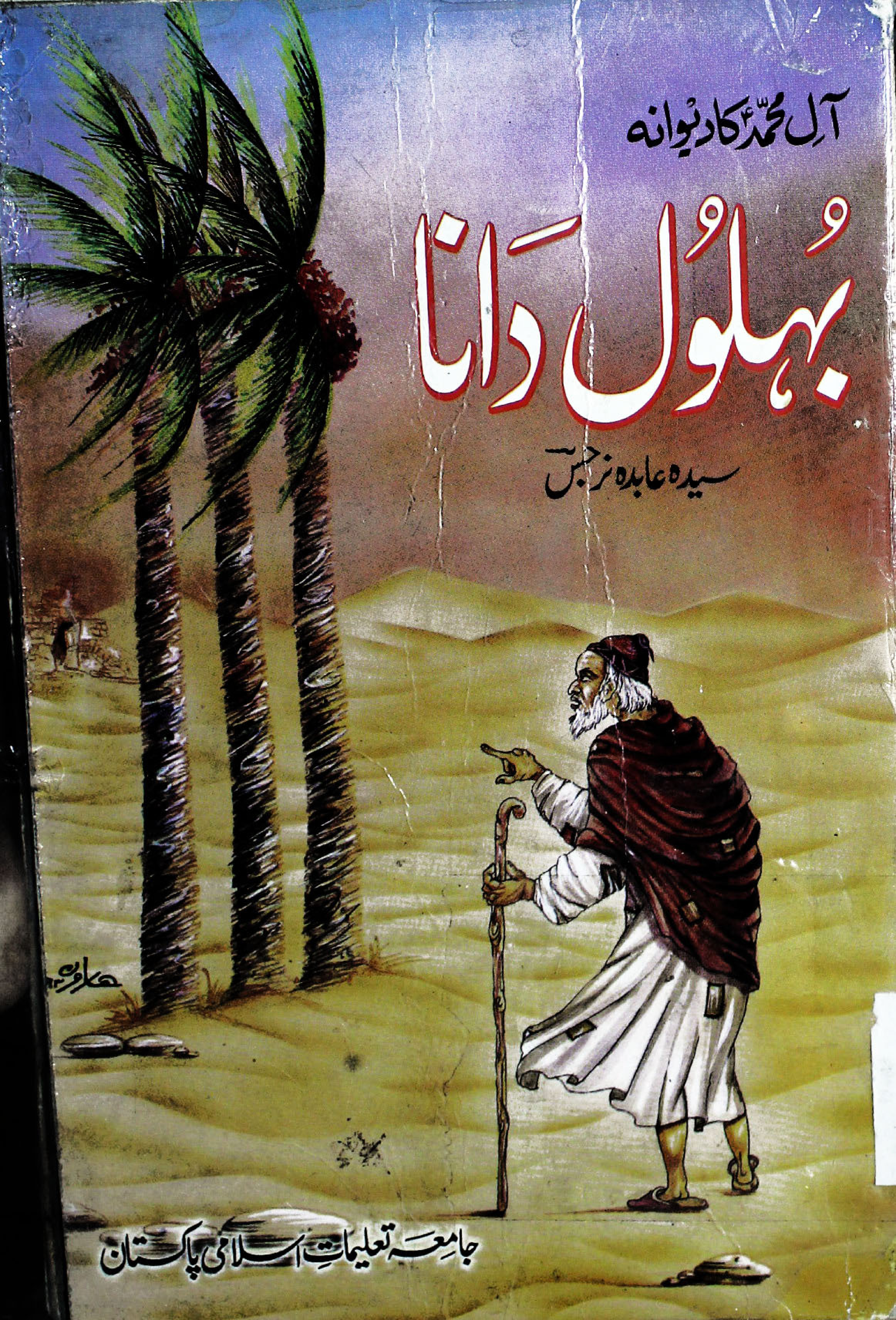
آلِ محمدؐ کا دیوانہ
بہلول دانا
سیدہ عابدہ نرجس
جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان

آلِ محمدؐ کا دیوانہ

بہلول دانا

سیدہ عابدہ نرجس

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان
پوسٹ بکس ۵۴۲۵ - کراچی - پاکستان

۲۹۷۶۸۲۰۹۲

ب۹۸۸ل

ے۲۲۳۶۵

جملہ حقوق
دائمی طور پر بحق ناشر محفوظ ہیں!

نگران ــــــــــ رضا حسین رضوانی
سرورق ــــــــــ محمد ہارون آرٹسٹ
مطبع ــــــــــ پراتما پرنٹرز کراچی

قومی مُلوک طبع کہ از رُوئے سلطنت
گوئی کز احترام سلاطین کشورند
شاہانِ دلق پوش کہ گاہ حمایتی
زیرِ گلیمشان جم و خاقان کشورند
امروز از نعیم جہان چشم دوختہ اند
فردا خود از کرشمہ بفردوس ننگرند
منگر بہ چشم خوار در این پا برہنگان
نزد خرد عزیز تر از دیدہ ترند
آدمؑ بہشت را بدو گندم اگر فروخت
حقا کہ این گروہ بیک جَو نمی خرند

ترجمہ

یہ بادشاہوں کا سا مزاج رکھنے والے لوگ گویا بادشاہوں جیسے اِحترام کے مُستحق ہیں۔
اِن گُدڑی پوش بادشاہوں کے غُلام بھی اپنی گُدڑیوں میں جمشید اور اور خاقان کا سا وَقار چھُپائے پھرتے ہیں۔
انھوں نے آج دُنیا کی نعمتوں کو نظر انداز کر دیا ہے — اور کل یہ جنّت کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔
ان برہنہ پا فقیروں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو — کہ عقل کے نزدیک یہ ان آنکھوں سے زیادہ محترم ہیں جن میں خوفِ الٰہی سے آنسو چمکتے ہیں۔
ہاں — اگر آدمؑ نے جنّت کو گیہوں کے دو دانوں کے عوض بیچ دیا تھا — تو سچ جانو کہ یہ دیوانے جنّت کو ایک جَو کے عوض بھی نہیں خریدیں گے۔

نذرِ قارئینؒ

قارئینِ ۔۔۔! بُہلُول تاریخ کا ایک ایسا یگانہ روزگار کِردار ہے ۔۔ جسے آلِ محمدؐ کے معجزے سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہیں ہوگا ۔۔۔ اِس نام کے کئی اَور لوگ بھی گزُرے ہیں ۔۔۔ لیکن بُہلُول سے مُراد عمُوماً وہی شخص لیا جاتا ہے ۔۔ جس نے دیوانگی کا مفہوم بدل دیا اور دانشِ بُرہانی کے معنی سمجھائے ۔۔ تاریخ کے صفحات میں وہ واحِد دیوانہ ہے ۔۔۔ جو دانائے راز ہے اور وہ تنہا پاگل کہلوانے والا ہے ۔۔۔ جو دانِشمندوں کو حِکمت و دانِش سکھاتا ہے ۔۔ اُس نے ایک ایسی انوکھی راہ چُنی تھی ۔۔۔ جو آج تک کسی کے قدموں سے پائمال نہیں ہوئی۔

بہلول کی 'ب' پر پیش اور 'ہ' پر جزم ہے ۔۔ یہ نام ہنس مُکھ، سچّے اور حاضِر جواب لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔۔۔ بُہلُول کی اِن ہی خوُبیوں نے اسُ کا اصل نام فراموش کروا دیا تھا ۔۔۔ وہ ہر جگہ بُہلُول ہی کہلواتا تھا ۔۔ جس طرح وہ اپنے دوَر میں ایک مقبول شخصیت تھا ۔۔ اسی طرح ہر دوَر میں وہ ایک پسندیدہ کردار رہا ہے ۔۔۔ اس کی حکایات دلچسپی اور شوق سے کہی اور سُنی جاتی ہیں۔

اُس کا اصل نام وَہب بن عَمرو۔ اور جائے ولادت کُوفہ بیان کی گئی ہے ۔ وہ بغداد کے ثَروَت مندوں میں سے تھا۔ بعض روایات میں اسے ہارون رشید کا قریبی رشتہ دار اور برادرِ مادری لکھا گیا ہے ۔ وہ امام جعفر صَادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھا ۔ اُس نے ان کے فرزند امام مُوسیٰ کاظِم علیہ السلام کا زمانہ بھی دیکھا تھا ۔

قاضی نوُر اللہ شوشتریؒ کے بقول وہ ہارون رشید کے عہد کے دانشمندوں میں سے گزرا ہے ۔ جو کسی مَصلِحَت کے تحت دیوانہ بن گیا تھا۔ (مجالس المومنین)

اُس کی دیوانگی کے بارے میں دو روایات مشہور ہیں ۔ یہ بھی معروف ہے کہ اس نے امام موسیٰ کاظِم علیہ السلام کی ہدایت پر دیوانگی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا ۔ اس طرح اس نے اپنی جان بھی بچالی اور اس دَور کے شاہی دربار کے لیے ایک ایسا نقّاد بن گیا ۔ جو ہنسی ہی ہنسی میں انھیں آئینہ دکھاتا رہتا تھا ۔

امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہارون رشید عبّاسی کی مُخاصَمت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ۔ تاریخ نے امامِ عالی مقامؑ کی چودہ سال کی قیدِ سخت اور زہر سے شہادت کا ذمّہ دار ہارون کو ہی ٹھہرایا ہے ۔

ایک روایت کے مطابق ۔ ہارُون نے دیگر مُتّقی اور نامور

لوگوں کے ساتھ بُہلُول سے بھی امامِ معصومؑ کے قتل کا فتویٰ طلب کیا تھا — بُہلُول اِنکار کے نتائج سے خُوب واقِف تھا — اِس لیے اُس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے رہنمائی کی درخواست کی اور ان کی ہدایت پر دیوانہ بن کر اپنی جان بچالی —

اس کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے — کہ بُہلُول کا جُرم آلِ محمدؐ سے عقیدت اور اِرادت مندی تھا — جو ہارون کے دور میں قابلِ گردن زدنی جُرم قرار پایا تھا — جب بُہلُول کو پتہ چلا کہ اسے عنقریب گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا — تو اس نے اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ امامِ معصومؑ سے قید خانے میں رابطہ کیا —

حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر امام مُوسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے سوال کا جواب صرف ایک حرف 'ج' کی صورت میں دیا جس سے بُہلُول پر 'جُنون' کے معنیٰ مُنکشِف ہوئے — وقت اور حالات کے تقاضے کو سمجھتے ہوئے اس نے ایک ایسی پُر از حکمت دیوانگی اختیار کر لی — جسے اس دور کی چلتی پھرتی اپوزیشن کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

بُہلُول جُرأت و بیباکی، حق گوئی اور مظلوموں کی حمایت کا عَلَمبردار تھا — وہ اس دور میں بادشاہ پر کھُلے بندوں تنقید کرتا تھا — جب کوئی بادشاہ کے خلاف زبان کھولنے کا تصوّر بھی

نہیں کرسکتا تھا۔۔۔ اس کی دانشمندی اور ذہانت نے کبھی اس کا موقع نہیں دیا کہ اس کے کسی لفظ پر گرفت کی جاسکتی۔۔۔

بُہلول کے حالاتِ زندگی تو دستیاب نہیں ہیں۔ لیکن اس کی حکایات کے مُطالعے سے اس کے جو خدّوخال اُبھرتے ہیں۔۔۔ وہ ایک غیر معمولی ذہین، دانشمند اور طبّاع شخص کی نشان دہی کرتے ہیں۔۔۔ وہ حقیقی معنوں میں ایک خُدا رسیدہ عالِم اور نابغۂ روزگار تھا۔۔۔ وہ بہترین حِسِّ مزاح رکھتا تھا۔۔۔ اس دَور کے حالات اور مُعاشرت پر اس کی نگاہ گہری تھی۔۔۔ وہ ایک حیرت انگیز شگفتہ برجستگی کے ساتھ اپنی دیوانگی کا بھرم بھی رکھتا تھا۔۔۔ اور دیوانی بات بھی نہیں کہتا تھا۔۔۔ اس نے دیوانگی اور فرزانگی کو کچھ ایسے مُعجزانہ انداز میں ہم آہنگ کیا تھا کہ وہ نہ صِرف اس کی جان کی ضمانت تھی بلکہ مظلوموں کی حمایت کا ایک مؤثّر ذریعہ اور حکومتِ وقت پر کُھلی تنقید بھی تھی۔

اس کی شگفتگی، زندہ دلی اور بذلہ سنجی نے اسے ہر دور کا ایک ہر دلعزیز کردار بنا دیا ہے۔۔۔ تاریخ کے صفحات میں وہ ایک ایسا مُحیّرالعُقول کردار ہے۔۔۔ جو دیوانہ بھی ہے اور لوگ اس کے فضل و کمال کے قائل بھی ہیں۔۔۔ وہ پاگل بھی کہلاتا ہے اور مشکل مسئلوں میں اس کی رائے کو اہمیت بھی دی جاتی ہے اس سب کے باوجود کوئی یہ ثابت نہیں کرپاتا کہ وہ دیوانہ نہیں

ہے — یہی اس کا کمال ہے کہ وہ درحقیقت آلِ محمدؐ کا دیوانہ ہے۔

اِس کتاب کی تالیف میں کرمان محمود ہمت کی جمع کردہ حکایات سے مدد لی گئی ہے اور ہم اس کا اعتراف شکریے کے ساتھ کرتے ہیں —

سیّدہ عابدہ نرجس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱

شہروں کے شہر بغداد کی پُررونق شاہراہوں پر زندگی اپنی مخصوص گہما گہمی سے رَواں دَواں تھی — لوگ باگ اپنے روزمرّہ کے معمولات میں مصروف تھے۔ بازاروں میں خریدُ فروخت ہورہی تھی اور گلی کوچوں میں لڑکے بالے کھیل کوُد میں مگن تھے۔ اچانک — اِک شور اٹھا — چہار جانب اِک ہلچل سی مچ گئی — لوگوں نے وَہب کو دیکھ کر انگلیاں دانتوں میں داب لیں اور حیرت واستعجاب سے نیرنگیٔ دوراں کا کرشمہ دیکھنے لگے —

بغداد کا مشہور ثرَوت مند وَہب بن عَمروؔ[1] جو عبّاسی خلیفہ

---

[1] عُمَرؔ اور عَمرؔ کا فرق ظاہر کرنے کے لیے عَمروؔ میں ر کے بعد و لکھا جاتا ہے جو کہ پڑھا نہیں جاتا۔

ہارون رشید کے قریبی رشتہ داروں میں تھا، اپنے گھر سے اس حال میں نکلا تھا کہ اس کے بال پریشان تھے ـــــ ڈاڑھی بے ترتیب اور لباس پراگندہ تھا۔ ہاتھ میں پکڑے ہوئے عصا کو اس نے گھوڑا بنا رکھا تھا، جیسے بچّوں کی طرح کھٹکھٹاتا۔ بے معنیٰ الفاظ کہتا ـــ نہ جانے کس سمت چلا جاتا تھا۔

جس نے بھی آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہا، وَہب نے اسے دُھتکار دیا۔ "دُور ہو جاؤ ـــ ہٹو ـــ مجھے راستہ دو ـــ نہیں تو میرا گھوڑا لات مار دے گا" ـــــ

لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر دَم بخُود رہ گئے۔ بچّوں کے ہاتھ ایک نیا تماشا آگیا۔ وہ پہلے تو دُور دُور سے اس کی طرف دیکھتے رہے ـــ پھر آہستہ آہستہ نزدیک آئے ـــ کِسی نے اس کی عَبا کھینچی ـــ کِسی نے اس کی رِدا گھسیٹ لی ـــ کوئی اس کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا ـــ اور کوئی اس کے عَصا پر سوار ہونے کی ضد کرنے لگا ـــ جیسے وہ گھوڑے کی طرح چلا رہا تھا۔

لیکن وَہب نے بچّوں کو نہ ڈانٹا ـــ نہ ڈرایا نہ دھمکایا۔ بلکہ وہ خُود بھی ان میں سے ایک معلوم ہونے لگا اور بچّوں کے ساتھ بچکانہ حرکتیں کرتا، آبادیوں سے دُور ویرانے کی طرف بھاگ گیا۔

سارے شہر میں جیسے سنّاٹا چھا گیا ـــ حیرت و عبرت نے

لوگوں کو ششدر کر دیا — کچھ لمحے گزرے اور ان کے حواس پلٹے۔ وہ عبرت کی اس گُنگ کر دینے والی کیفیت سے نکلے تو ہر طرف اسی کے تذکرے ہونے لگے۔ جہاں چند لوگ اکٹھے ہوتے، وہب بن عَمرو کی ذہنی حالت ہی زیرِ بحث آتی — لوگ گلیوں اور چوراہوں میں کھڑے اسی واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے نظر آتے۔

کوئی کہتا — "خدا کی شان ہے — یہ وَہب بن عَمرو شہر کے دانشمندوں میں شمار ہوتا تھا۔ مگر آج اس کی حالت دیکھ کر عبرت ہوتی ہے" —

کوئی دوسرا کہتا — "لگتا ہے — اس کی کوئی بات بارگاہِ خُداوندی میں ناپسندیدہ ٹھہری ہے — شاید اسی لیے اس نے وہب سے عقل و دانش چھین لی ہے" —

"بُرے وقت سے پناہ مانگنی چاہیے — ایسوں کی حالت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے" — کوئی خوفِ خدا سے کانپ کر بولا۔

"خواہ مخواہ قیاس آرائیوں سے اِجتناب برتو — نہ معلوم اس کی اس حالت میں کونسی حِکمت پوشیدہ ہے" — ایک مردِ بزرگ نے گہرا سانس لے کر کہا اور ایک جانب چل دیا۔ اس کا لہجہ معنیٰ خیز تھا اور اس کے لفظوں میں اَسرار بول

رہے تھے۔

اس کے برابر کھڑا ہوا ایک شخص بڑے غیر محسوس انداز میں مجمع سے علیحدہ ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ کچھ دُور تک دونوں اسی طرح چلتے رہے۔ پھر پہلے شخص نے اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سے کسی اور کی موجودگی کا اندازہ لگایا اور غیر ارادی طور پر پیچھے مُڑ کر دیکھا — دوسرے شخص نے اپنے قدموں کو تیز کیا اور اس کے برابر آگیا —

اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور محتاط لہجے میں بولا — "اے مردِ بزرگ! میں نے آپ کی باتوں میں اَسرار کو بولتے سنا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہب کی دیوانگی میں جو حِکمت پوشیدہ ہے آپ اس سے واقف ہیں — آپ مجھے خُدا رسیدہ معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ جیسے لوگوں کی گفتگو میں اپنے لیے ہدایت و رہنمائی تلاش کرتا ہوں — کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ مجھے وہب کی حالت کی کچھ خبر دے دیں" —

اس مردِ بزرگ نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی۔ اور بے نیازی سے کہا — "اے بندۂ خدا! تو کسی عظیم غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتا ہے — جا اور اپنی راہ لے — مجھے بھلا وہب سے کیا سروکار" —

اس شخص نے بزرگ کا دامن پکڑ لیا ——— "بخدا میں کسی غَلَط فہمی کا شکار نہیں ہوں — میں نے عالموں اور برگزیدہ لوگوں کی صُحبت میں وقت گزارا ہے — آپ جیسے لوگ تو حِکمت و دَانش کے سرچشمے ہیں۔ اگر آپ اس لیے مجھ سے کلام نہیں کرنا چاہتے کہ حالاتِ زمانہ دِگرگوں ہیں اور خلیفہ ہارون کے جاسُوسوں اور عام لوگوں میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے — تو میں خُدا کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی فرمائیں گے وہ میرے پاس امانت کی طرح محفوظ رہے گا — اگر میں اس میں خیانت کروں تو اللہ مجھے وہی سزا دے جو خائن کی ہے"—

اس مردِ بزرگ نے اس کی طرف گھُور کر دیکھا۔ اور بیزاری سے کہنے لگا ——— "اے شخص! تو کِس قدر باتُونی اور گفتگو کا شائق ہے۔ میں نے تجھ سے کہہ جو دیا کہ میں اِس بارے میں کچھ نہیں جانتا" ——— وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا —

مگر اس شخص نے پیچھا نہیں چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا ——— "میں خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ہارون رشید اور اس کے حواریوں سے کوئی تعلّق نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ان تین اشخاص میں سے ایک ہیں

جنھوں نے امام مُوسیٰؑ بن جعفرؑ ___ میرے ماں باپ ان پر فِدا ہوں ___ سے قید خانے میں رابطہ کیا تھا اور وَہب بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا" ___

وہ مردِ بزرگ ٹھٹھک کر رُک گیا اور خشمگین لہجے میں بولا ___ "اگر تُو اتنا کچھ جانتا ہے تو پھر میرے پیچھے کیوں پڑا ہے ___ تجھے میرے بیان کی کیا حاجت ہے ؟"

"میں اہلِ بیتؑ کا دوست دار ہوں ___ میں اس کٹھن وقت کی سختیوں سے واقف ہوں جو آلِ محمدؐ کے بہی خواہوں کو درپیش ہیں ___ امامِ وقت موسیٰؑ بن جعفرؑ مسلسل قید میں ہیں ___ زندان کے دربانوں کی ان پر سختیاں دیکھ کر دل خُون کے آنسو روتا ہے ___ مگر افسوس کہ ہم بے بس ہیں اور شاید بُزدل بھی ___ یقیناً خدا کے یہاں ہم اس کے لیے جواب دِہ ہوں گے ___ ان سے رابطے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے ___ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ نے کسی طرح ان سے رابطہ کیا ہے ___ تو میں نے سوچا آپ سے ہدایت اور بصیرت حاصل کروں" ___

وہ مردِ بزرگ گومگو کی سی کیفیت میں کچھ سوچتا رہا پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا ___ "اگر تم سچ کہہ رہے ہو ___ تو اُسے ثابت کرو" ___

"بسر وچشم —— آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیے —— میری زوجہ مدینے کی ہے اور آلِ محمدؐ کی آزاد کردہ کنیز ہے —— ہماری دولت مودّتِ اہلِ بیتؑ ہے —— آپ جیسی چاہیں مجھ سے قسم لے لیں "—— جیسا چاہیں اطمینان کرلیں"—— اس نے پوری سچّائی سے کہا۔

مردِ بزرگ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اس کے لفظوں کی تائید کر رہی تھیں اور کچھ سوچ کر اس کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اس کے گھر پہنچ کر جب اس نے اچھی طرح سے اطمینان کرلیا کہ اس کی گفتگو غیر محفوظ نہیں ہوگی۔ تو بولا:——

"سُن —اے بندۂ خدا—— !!! تُو حالاتِ زمانہ کو جانتا ہے اور تجھ سے یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ لوگوں کی ہمدردیاں عبّاسیوں کو اِس لیے حاصل ہوئی تھیں کہ انھوں نے آلِ محمدؐ کی حِمایت اور اِعانت کا نعرہ لگایا تھا— ان کا حق ان تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا — مگر افسوس کہ انھوں نے نہ صرف آلِ محمدؐ کا حق نہیں پہنچایا —— بلکہ لوگوں کی ان کے ساتھ عقیدت اور محبّت دیکھ کر انھیں اپنی سلطنت کے لیے خطرہ تصوّر کرنے لگے"——

"اُن کے دن رات اِسی کوشش میں صَرف ہوتے

ہیں کہ کس طرح امام موسیٰؑ بن جعفرؑ سے لوگوں کی توجہ ہٹا سکیں۔ اسی لیے یہ ہر اُس شخص کی جان کے دُشمن ہو جاتے ہیں جو آلِ محمدؐ سے عقیدت رکھتا ہے —— ہمیں یہ اطلاعات برابر مل رہی تھیں کہ ہم محبّتِ آلِ محمدؐ کے جُرم میں عنقریب ہارون کے زیرِ عتاب آنے والے ہیں۔ اِسی لیے ہم نے باہم مشورہ کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

"بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے رہنمائی حاصل کی جائے —— ان کی قید کے احوال سے تو تم واقف ہو کہ ان کے دربان چُن چُن کر شقیُ القلب اور دشمنِ اہلبیتؑ رکھے جاتے ہیں —— ان سے ملنے پر سخت پابندی ہے —— لیکن کسی نہ کسی طرح ہم نے اپنا مسئلہ ان کی خدمت میں پہنچا ہی دیا" ——

"اگلے روز صبح صادق کے وقت زندان سے مٹی کی ایک ٹھیکری گری —— ہم پہلے ہی اِس تاک میں تھے —— ہم نے بڑی رازداری سے وہ ٹھیکری اُٹھا لی —— میں قُربان جاؤں اپنے امامؑ پر" —— اس کا لہجہ گلوگیر ہو گیا اور وہ رُک کر آنسو پونچھنے لگا —— دوسرے شخص کی آنکھوں سے بھی آنسو گرنے لگے ——

اس مردِ بزرگ نے سرد آہ بھری —— "امام پر قید خانے

میں اِس قدر سختی ہے کہ انھوں نے مٹی کی اس ٹھیکرت پر حُروفِ تہجّی میں سے صِرف ایک حَرف لکھا تھا۔
"وہ کیا" ؟؟ اس شخص نے بے تاب ہوکر سوال کیا ــ
"اس ٹھیکری پر حَرف "جیم" لکھا ہوا تھا ــ فرزندِ رسول ص کے عطاکردہ اس ایک حَرف نے ہم پر حکمت کے دروازے کھول دیے ــ ہمیں اپنی مشکل کا حل از خُود مِل گیا جو ہمارے حالات کے ساتھ میل کھاتا ہے۔ ہمارا تیسرا ساتھی، جس کا نام ظاہر کرنا ضروری نہیں، ــ اس نے "ج" سے "جِلا وطنی" مُرادِ لیا ــ وہ آج رات یہ شہر چھوڑ دے گا ــ میرے وِجدان میں "ج" سے "جَبَل" کا اِنکِشَاف ہوا ہے ــ میں پہاڑوں پر اپنے آبائی مکان میں پناہ لوں گا ــ اور ہمارے دوست وَہب بن عَمرو کے لیے یہ حرف "ج" جُنوں کی علامت بنا ہے ــ اور تم دیکھو گے کہ آلِ محمد ص کے اِس دیوانے کی دیوانگی فرزانوں کو شرما دے گی" ــ

۲

وہب بن عَمرو بچّوں کے ہجوم میں بچّہ بنا ہوا ــ

کھول کر اپنے چاروں طرف جمع شناسا چہروں کو دیکھا جن پر دُکھ اور تفکّر کی لکیریں تھیں ___ وہ ہمدردی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ___

"کیا بات ہے" ___؟ وَہَب نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وَہَب اٹھو ___ گھر چلو" ___ ایک عزیز نے قریب بیٹھ کر اس کی عَبا سے گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی تو گھر ہے" ___ وَہَب نے کھنڈر کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کی طرف اِشارہ کیا ___ "بھلا اس میں کیا کمی ہے ___ نہ ہمسائے کا جھگڑا ___ نہ مالکِ مکان کا خوف ___ نہ دربان کی مصیبت ___ نہ چور کا ڈر" ___

"کیسی باتیں کر رہے ہو وَہَب" ___ کوئی اُنسیّت سے بولا ___

"میں تمھاری زبان ہی تو بول رہا ہوں" ___ وَہَب نے جواب دیا ___

"تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" ___ کوئی بولا ___

"میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے ___ میں بہت مزے میں ہوں" ___ وَہَب نے کمال بے نیازی سے جواب دیا

"نہیں ___ تم بیمار ہو ___ تمھیں علاج کی ضرورت ہے" ___ کسی عزیز نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"بیمار تو سب ہی ہیں — علاج کی کس کو ضرورت نہیں — وَہب ہنسا اور رازداری سے بولا — "تم خود ہی کہو — کیا خلیفہ کیا وزیر کیا کوتوال اور کیا داروغہ — ان میں سے کون ہے — جسے علاج کی ضرورت نہیں" —

"ہماری بات سمجھنے کی کوشش کرو — یہ جگہ تمھارے شایانِ شان نہیں" — اس کے رشتہ دار پریشان ہوگئے۔

"بھلا یہ میرے شایانِ شان کیوں نہیں — یہ خلیفہ کے محل سے تو بہتر ہے کہ روزِ حشر مجھ سے اس کے بارے میں کوئی بازپرس تو نہیں ہوگی" —

اس کے رشتہ دار زِچ ہوگئے — انھوں نے بہتیری کوشش کی کہ اسے گھر لے جائیں اور اس کے جنون کا کچھ علاج ہوجائے — لیکن وہ قطعاً رضامند نہیں ہوا۔

۳

اب وہ فرشِ خاک، شکستہ دیواریں اور کھلا آسمان ہی اس کا گھر تھا۔ وہ آرام و آسائش سے بے نیاز ہوگیا تھا نعمت ہائے دنیا سے اس نے منہ موڑ لیا تھا — اسے رشتوں اور قرابتوں کی پروا نہیں رہی تھی۔ وہ روکھے سوکھے چند ٹکڑوں پر گزر بسر کرتا تھا اور ننگی زمین پر اپنے بازو کے

تکیے پر چین کی نیند سوتا تھا۔

وہ بچّوں کا سب سے زیادہ دوست تھا ـــــ ان کی معصومیت اور مَنچلا پَن اسے بھاتے تھے۔ وہ پہروں ان کے ساتھ بچکانہ حرکتیں کرنے میں مصروف رہتا اور کھیل کود میں انھیں کام کی باتیں بتاتا ـــــ کوئی راہ گیر اسے مُخاطَب کرلیتا یا کوئی جاننے والا اس سے پُوچھتا : ـــــ

"وَہْب ! تم نے یہ کیا حالت بنالی ہے"ـــــ؟

تو وہ بڑی شگفتگی سے کوئی ایسی پہلو دار بات کہہ دیتا ـــــ جو مُخاطَب کو محظوظ کرتی ـــــ لیکن بے معنیٰ نہیں ہوتی تھی ـــــ غور کرنے پر اس میں کوئی نہ کوئی حِکمت پوشیدہ نظر آتی تھی۔

اِس عالَمِ دیوانگی میں پُورا شہر اس کی دسترس میں تھا ـــــ وہ اپنے مَن کی موج میں جہاں چاہتا پہنچ جاتا اور جس کو چاہتا اپنے شگفتہ لفظوں میں آئینہ دکھا دیتا ـــــ عوام مشکل میں ہوتے تو ہنسی ہنسی میں ان کا مسئلہ حل کر دیتا ـــــ اور اگر خواص حُدود سے تجاوُز کرتے تو باتوں باتوں میں انھیں لگام دے دیتا۔ اس کی بَذلہ سَنجی میں چھپی ہوئی ذہانت اور دانشمندی آہستہ آہستہ لوگوں کو قائل کرنے لگی۔

○

۴۲۳۲۶۵ ے

ایک بدکردار شخص نے اس کا مذاق اُڑانے کو شرارت سے کہا :—

"اے وَہب! — کیا تو نے کبھی شیطان کو دیکھا ہے —؟ میرا بہت جی چاہتا ہے کہ میں شیطان کو دیکھوں" —

"تیری یہ خواہش تو بڑی آسانی سے پوری ہو سکتی ہے" — وَہب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ کِس طرح" —؟؟ اس شخص نے پوچھا۔

"تیرے گھر میں آئینہ تو ہوگا — اگر نہیں تو صاف پانی میں دیکھ لینا — تجھے شیطان کی زیارت ہو جائے گی" — اس شخص کو بھاگتے ہی بن پڑی۔

○

اُن ہی دنوں امیرِ کُوفہ اسحاق بن محمد صباح کے یہاں لڑکی کی ولادت ہوئی — پتہ چلا کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر بہت رنجیدہ ہے۔ کسی سے نہیں ملتا۔ نہ ہی مُبارکباد وصول کرتا ہے۔ وَہب کو خبر ہوئی تو وہ اپنی گدڑی شانے پہ ڈالے اس کے یہاں پہنچا اور بولا :—

"اے اسحاق! میں نے سُنا ہے کہ تو لڑکی کی پیدائش پر بہت افسردہ ہے — نہ کھاتا ہے — نہ پیتا ہے" —

"کیا کروں — دل ہی نہیں چاہتا" — وہ ٹھنڈی سانس

بھر کر بولا ــــ "مجھے بیٹے کی بڑی آرزو تھی ــ مگر افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکی دے دی" ــــ

"کمال ہے" ــ وَہب نے بے ساختہ کہا ــ "تو اس پر راضی نہیں کہ اللہ نے تجھے صحیح و سالم بیٹی دی ہے ــ اگر وہ تجھے مجھ جیسا پاگل بیٹا دے دیتا تو پھر" ــــ ؟

اسحاق کو اس کی بے ساختگی پر ہنسی آگئی ــ لیکن وہ اس کی تہ میں چھپی ہوئی حکمت کو جان گیا اور خُدا کا شکر بجا لایا ــــ اپنا سوگ توڑا اور لوگوں کو اجازت دی کہ وہ اس کے پاس تبریک پیش کرنے کے لیے آئیں۔

○

وہ اپنی دیوانگی کے باوجود نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جاتا تھا ــــ ایک روز ابھی اس نے جوتے نہیں اتارے تھے کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس تاک میں ہے کہ اس کے جوتے چُرائے ــــ وَہب بہت دیر اس انتظار میں رہا کہ وہ شخص اِدھر اُدھر ہو ــــ تو وہ اپنے جوتے اُتار کر نماز میں شامل ہو ــــ مگر وہ نہیں ٹلا اور نماز کے لیے صفیں درست ہوگئیں۔

وَہب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ــــ دوڑ کر آگے بڑھا اور جُوتوں سمیت ہی نماز کے لیئے کھڑا ہوگیا ــــ اس شخص نے

مایوس ہوکر اسے ٹوکا ــــ "او دیوانے ! ۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ جُوتوں سمیت نماز نہیں ہوتی" ــــ

"نماز نہیں ہوتی تو نہ ہو ــــ مگر جُوتے تو ہوتے ہیں" ــــ وَہب نے جواب دے کر نیّت باندھ لی ۔

○

وہ گلیوں اور بازاروں میں اپنے معصُوم ساتھیوں کے ساتھ چُہلیں کرتا پھرتا ــــ کہیں کوئی غیر معمولی بات دیکھتا ۔ تو وہیں رُک جاتا اور اپنی بَذلہ سَنجی سے لوگوں کو ہنسنے، مُسکرانے پر مجبور کر دیتا ۔

ایک روز وہ اپنے شریر ساتھیوں کے ساتھ بھاگا جا رہا تھا کہ اس نے سرِ بازار ایک مجمع لگا ہوا دیکھا ــــ اس نے اپنی چھڑی کھٹکھٹائی ــــ لوگوں کے کندھے دباتے ــــ کسی کی بغل میں جھانکا ــــ کسی کو پَرے ہٹایا اور ہجُوم کے درمیان سر جا نکالا ۔

لوگوں نے اسے دَھکّے دیے ــــ بُرا بھلا کہا ــــ لیکن اس نے پروا نہیں کی ــــ دیکھا کہ شہر کا داروغہ ایک عجیب دعوٰی کر رہا ہے ــــ

"اے لوگو ــــ ! میری بات غور سے سُنو ــــ میں ایک ایسا ہوشیار آدمی ہوں کہ مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا" ــــ

"بیشک! بیشک ـــ!! داروغہ جی! آپ بالکل درست فرماتے ہیں" ـــ

"مرحبا ـــ مرحبا ـــ کیا کہنے ـــ!!! داروغہ کا دعوٰی بالکل حق ہے" ـــ

"کسی کی کیا مجال کہ داروغہ صاحب کو دھوکا دے سکے" ـــ مجمع میں سے اس کے خوشامدی بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے ـــ ہر طرف سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

وَہب نے اپنی چھڑی زمین پر زور سے مار کر انھیں اپنی طرف متوجّہ کیا اور بولا ـــ "داروغہ جی! مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے" ـــ؟

"اچھّا ـــ تو تم بھی بولو گے ـــ بولو ـــ کیا کہتے ہو؟" اس نے نخوت سے کہا۔

وَہب نے سنجیدگی سے کہا ـــ "داروغہ جی! گُستاخی معاف! یہ دیوانہ آپ کے اِس دعوے کو چُٹکیوں میں باطِل کر سکتا ہے ـــ مگر یہ کوئی ایسا مُفید کام نہیں، جس پر وقت ضائع کیا جائے" ـــ

"اس کی صورت دیکھو ذرا ـــ اور اس کا دعوٰی دیکھو" ـــ کسی نے تمسخر سے کہا۔

"او دیوانے ـــ داروغہ صاحب کی عقل کے سامنے بھلا تیری کیا حقیقت ہے ؟" ـــ کسی اور نے آوازہ کسا۔

داروغہ نے مونچھوں کو تاؤ دیا ـــ "ہاں ـ ہاں ـ تم جیسا پاگل تو مجھے ضرور دھوکا دے سکتا ہے" ـــ

"میں پاگل ہوں یا کچھ ـ اگر مجھے اس وقت ایک ضروری کام نہ ہوتا تو میں آپ کو اسی وقت ایسا جھانسا دیتا کہ آپ اور آپ کے یہ چمچے ہمیشہ یاد رکھتے" ـــ

"بڑی اُونچی ہواؤں میں ہو میاں دیوانے ـ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے ـ میں یہیں بیٹھا ہوں ـ تم اپنا کام کرکے واپس آؤ اور اپنے دعوے کو ثابت کرو" ـــ داروغہ نے ڈپٹ کر کہا۔

وَہب نے اپنی چھڑی سنبھالی اور عُجلت میں یہ کہتا ہوا مُڑا ـــ "داروغہ صاحب ! اب اپنے وعدے سے پھر مت جایئے گا ـ یہیں میرا انتظار کیجیے گا ـ بس گیا اور آیا" ـــ وہ جس طرح مجمع میں آیا تھا، اسی طرح باہر نکل گیا۔

داروغہ پھر اپنی شیخی بگھارنے میں مصروف ہوگیا ـ اس کے خوشامدی بڑھ بڑھ کر داد دینے لگے ـ کافی وقت گزر گیا ـ داروغہ بے چین ہوا ـــ "کافی دیر ہوگئی ہے اور وہ دیوانہ پلٹ کر نہیں آیا" ـــ

لوگوں نے بھی محسوس کیا کہ وقت گزرتا جا رہا ہے اور وَہب کا دُور دُور تک کوئی پتہ نہیں — مگر انھوں نے داروغہ کو تسلّی دینے کی کوشش کی — "داروغہ جی! وہ ہے بھی تو دیوانہ — راہ میں کہیں بچّوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا ہوگا" —

کچھ اور وقت گزرا — لیکن وَہب واپس نہیں آیا — مجمع میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں — آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہونے لگے — کچھ ہونٹوں پر مسکراہٹیں بھی نمودار ہوئیں — بعض لوگ اکتا کر گھروں کو جانے لگے —

داروغہ کو بھی اندازہ ہوگیا کہ پاگل وَہب اسے پاگل بنا کر چلا گیا ہے اور اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا — وہ خجل ہوکر بڑبڑایا: —

"یہ پہلی بار ہے کہ مجھے کسی نے دھوکا دیا ہے" —

"اور وہ بھی ایک دیوانے نے" — مجمع میں سے کسی نے بے ساختہ کہا تو قہقہوں سے فضا گُونج اٹھی —

○

جلد ہی وَہب کی اس بَذلہ سَنجی، شوخی، ذِہانت اور شگُفتہ دانِش مندی کا سارے شہر میں شہرہ ہوگیا۔ اس کی دیوانگی میں چھپی ہوئی فرزانگی اور اس کے پاگل پن میں پوشیدہ

ہوش رُبا حقائق نے عوام کو اس کے قریب کردیا— وہ نہ کسی کو ستاتا تھا، نہ پریشان کرتا تھا اور نہ نقصان پہنچاتا تھا، البتہ اپنے جُنون میں اپنی دانشمندی کو چھپائے ہر وقت لوگوں کی مدد کرنے کو تیار رہتا تھا۔

جلد ہی وہ بغداد کا ایک ایسا پسندیدہ کردار بن گیا کہ لوگ اس کے گرویدہ ہوگئے اور محبّت سے اسے بُہلُول کہنے لگے— جس کے معنیٰ ہیں ہنس مُکھ، خوُب صورت اور نیکیوں کا مجموعہ۔

بُہلُول کا لفظ عموماً چُٹکلے باز، حاضِر جواب اور سچّے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے— رفتہ رفتہ یہ نام یوں زبان زدِ عام ہوگیا کہ اس کا اصل نام فراموش ہوگیا۔اب کوئی بھی اُسے وَہب نہیں کہتا تھا— وہ سب کے لیے بُہلُول تھا اور سب کا بُہلُول تھا— اس کی دانائی اور حِکمت نے اسے ایک پاگل اور دیوانے سے بڑھ کر عاقِل و دانا مشہور کردیا تھا—

۴

ہارون رشید تک یہ خبریں مُتواتِر پہنچ رہی تھیں کہ اس کا رشتہ دار وَہب بن عَمرو دیوانہ ہوگیا ہے— اس نے دُنیا کی

شان وشوکت سے مُنہ موڑ کر خاک نشینی اختیار کرلی ہے۔
وہ اپنی گُدڑی میں مست ویرانے میں بیٹھا رُوکھی سُوکھی پر گزارہ کرتا ہے ـــ مگر ہارون کو یقین نہیں آیا ـــ اس نے صحیح صورت حال جاننے کے لیے اپنے مُقرّبوں کو بُلایا ـــ
"کچھ وَہب بن عَمَرو کا حال کہو ـــ ہم نے سُنا ہے کہ وہ دیوانہ ہوگیا ہے" ـــ
"عالی جاہ ـــ اب تو اسے وَہب کوئی بھی نہیں کہتا ـــ اب تو بچّہ بچّہ اسے بُہلُول کہتا ہے" ـــ ایک امیر نے اطلاع دی ـــ
"اچّھا" ـــ !!! ہارون نے دلچسپی سے پوچھا ـــ "یہ نیا خطاب اسے کس نے دیا ہے" ـــ ؟
"ظِلِّ الٰہی ـــ ! وہ ہنس مُکھ تو پہلے ہی تھا ـــ دیوانگی نے اسے کچھ اور بھی خُوش طَبع بنا دیا ہے ـــ اب تو وہ بعض اوقات مسخروں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے ـــ لوگوں کو ہنساتا اور خُوش کرتا ہے ـــ اس لیے سب اسے بُہلُول کہنے لگے ہیں" ـــ امیر نے وضاحت کی۔
"ہُوں" ـــ !!! ہارون نے غور کرتے ہوئے کہا ـــ "اسے کسی طبیب کو دکھایا ہے تاکہ اس کا کچھ علاج ہوجاتے" ـــ
"عالی جاہ ـــ ! اس کے گھر والوں نے بہت کوشش کی ہے

لیکن وہ کسی طرح رضا مند نہیں ہوتا" ــــ وزیر نے جواب دیا۔
"کھاتا پیتا کہاں سے ہے اور دن بھر کیا کرتا رہتا ہے"
ــ ہارون نے اِستفسار کیا۔

"اس کے عزیز اسے کھانا پہنچاتے تو ہیں ــ مگر وہ صرف رُوکھی سُوکھی پر ہی گزارا کرتا ہے ــ بعض اوقات خود بھی مزدوری کر لیتا ہے ــ اس نے ایک کھنڈر میں ڈیرہ جما رکھا ہے ــ دن بھر لڑکوں بالوں کے ساتھ دوڑتا پھرتا ہے ــ کبھی کبھی خُوب مسخرہ پن کرتا ہے ۔جس سے محض ایک پاگل نظر آتا ہے ــ مگر بعض اوقات ایسی پتے کی بات کہہ جاتا ہے ــ کہ سُننے والے دَنگ رہ جاتے ہیں" ــ وزیر نے تفصیل سے جواب دیا ــ

"حضور اگر اجازت دیں ــ تو میں عرض کروں کہ اس نے کل کیا کیا ہے"ــ ایک درباری نے مؤدّب لہجے میں پُوچھا ــ

"اجازت ہے" ــ ہارُون نے اجازت دی۔

"کل بغداد کے بڑے بازار میں ایک فقیر نانبائی کی دکان کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ اس نے اَنواع واَقسام کے کھانے چُولھوں پر چڑھا رکھے تھے ۔جس سے بھاپ نکل رہی تھی ۔ان کھانوں کی خُوشبُو ان کی لذّت کا پتہ دے رہی تھی

اور اِردگِرد گزُرنے والوں کو اپنی طرف متوجّہ کر رہی تھی۔"

"بچارے فقیر کا دل بھی للچایا ـــ لیکن غریب کی گِرہ میں مال کہاں تھا ـــ جو ان کھانوں کی لذّت خرید سکتا ـــ مگر وہاں سے ہٹنے کو بھی اس کا دل نہیں چاہتا تھا ـــ کھانوں کی خُوشبو اس کی بھُوک بڑھا رہی تھی ـ بالآخر اس نے اپنے تھیلے میں سے سُوکھی روٹی نکالی اور کھانے کی دیگ کی بھاپ سے اسے نرم کر کے کھانے لگا، جس میں کھانے کی خُوشبو بسی ہوئی تھی۔

نانبائی چُپ چاپ یہ تماشا دیکھتا رہا ـــ جب فقیر کی روٹی ختم ہوگئی اور وہ چلنے لگا ـــ تو نانبائی نے اس کا راستا روک لیا ـــ "کیوں او مُسٹنڈے ـــ کہاں بھاگا جاتا ہے ـــ لا میرے پیسے نکال" ـــ

"کون سے پیسے" ـــ ؟ فقیر نے ہک دک ہو کر پوچھا۔

"اچھّا ـــ !!! کون سے پیسے" ـــ اس نے لفظ چبا کر اُگلے ـــ "ابھی جو تو نے میرے کھانے کی بھاپ کے ساتھ روٹی کھائی ہے ـــ وہ کیا تیرے باپ کی تھی ـــ اس کی قیمت کون چُکائے گا" ـــ

"عجیب انسان ہو تم ـــ وہ بھاپ تو اُڑ کر ہَوا میں مِل رہی تھی ـــ اگر میں نے اس کے ساتھ روٹی کھا کر خُود کو بہلانے

کی کوشش کی ہے تو اس میں تیرا کیا چلا گیا ہے جس کی میں قیمت ادا کروں" ـــ فقیر نے پریشان ہو کر کہا ـــ

"بس ـــ بس ـــ !!! اب اِدھر اُدھر کی باتیں مت کر ـــ میں تیری جان ہرگز نہیں چھوڑوں گا ـــ میں اپنا مال وصول کر کے رہوں گا" ـــ نانبائی نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

فقیر بچارا پریشان ہو گیا کہ اس ہٹّے کٹّے نانبائی سے کس طرح جان چھڑائے۔ ان کی تکرار بڑھتی جا رہی تھی۔ کہ بہلول ادھر سے گزرا اور ان کے قریب رُک کر ان کی باتیں سُننے لگا فقیر نے اپنا ہمدرد سمجھ کر ساری بات اسے سُنائی۔ تو وہ نانبائی سے بولا ـــ "بھائی! یہ تو بتاؤ کہ کیا اس غریب آدمی نے تمھارا کھانا کھایا ہے" ـــ

"نہیں ـــ کھانا تو نہیں کھایا ـــ مگر میرے کھانے کی بھاپ سے فائدہ تو اٹھایا ہے ـــ میں نے اسی کی قیمت مانگی ہے ـــ لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آتی" ـــ نانبائی نے بتایا۔

"بالکل درست کہہ رہے ہو برادر ـــ بالکل درست" ـــ بہلول نے سر ہلایا اور اپنی جیب سے مٹّھی بھر سکّے نکالے۔ وہ ایک ایک کر کے ان سکّوں کو زمین پر گراتا جاتا اور کہتا جاتا ـــ "نانبائی ـــ نانبائی ـــ یہ لے پیسوں کی آواز پکڑ لے ـــ یہ لے

اپنے کھانے کی بھاپ کی قیمت! اِن سکّوں کی کھنک میں وصول کرلے ــــ لے لے ــــ لے لے ــــ یہ سکّوں کی آواز تیرے کھانے کی خوشبو کی قیمت ہے ــ اسے اپنے گُلک میں ڈال لے"ــــ اِردگرِد کھڑے ہوئے لوگ ہنس ہنس کر دوہرے ہوگئے۔

نانبائی اپنی خِفّت مٹانے کو بولا ــــ "یہ پیسے دینے کا کون سا طریقہ ہے"ــــ؟

بُہلُول نے جواب دیا ــــ "اگر تو اپنے کھانے کی بھاپ اور خوشبُو بیچے گا ــــ تو اس کی قیمت تجھے سکّوں کی آواز کی صورت میں ہی ادا کی جائے گی"ــــ

"بہت خُوب" !!! ہارون محظوظ ہوکر ہنسا۔ "واللہ یہ کسی دیوانے کا فیصلہ تو معلوم نہیں ہوتا ــــ اس میں تو غیر معمولی دانش چھپی ہوئی ہے۔ لگتا ہے کہ اس کی دیوانگی نے اس کی دانش کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا"۔

"عالی جاہ ــــ بجا فرماتے ہیں ــــ بُہلُول حرکتیں تو پاگلوں کی سی کرتا ہے ــــ مگر اس کی باتوں میں اس کی دانش بولتی ہے ــــ اگر اِجازت ہو تو میں بھی ایک واقعہ حضُور کی سماعت کی نذر کروں"ــــ ایک دوسرے درباری نے کہا۔

"اجازت ہے"ــــ ہارون نے اِذن دیا۔

"ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ اس نے نہ جانے

کہاں سے سونے کا ایک سکّہ پایا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بچوں کی طرح کھیل رہا تھا۔ کبھی وہ اس کو اُنگلی پر نچاتا تھا۔ کبھی ریت سے صاف کرتا اور کبھی پہیّے کی طرح گھُماتا ۔۔۔ ایک نوسرباز اس کا یہ کھیل دیکھ رہا تھا ۔ اس نے اسے پاگل سمجھ کر کہا ۔۔۔ "تمھیں اس ایک سکّے سے کھیلنے میں مزہ تو نہیں آرہا ہوگا ۔ تم یہ سکّہ مجھے دے دو۔ میں اس کے بدلے میں تمھیں دس سکّے دوں گا" ۔۔۔ اس نے جیب سے سکّے نکال کر بُہلول کو دکھائے۔

"ٹھیک ہے ۔میں یہ سکّہ تمھیں ابھی دے دیتا ہوں مگر ایک شرط پر" ۔۔۔ بُہلول نے کہا۔

"وہ کیا" ۔۔۔ ؟؟ نوسرباز نے پوچھا۔

"پہلے تو گدھے کی طرح ڈِھینچوں ڈِھینچوں کی آواز نِکال" ۔۔۔ بُہلول نے شرط رکھی۔

اس دھوکے باز نے سوچا کہ اِس دیوانے کے سامنے گدھے کی آواز نکالنے میں کیا حرَج ہے ۔اس لیے وہ شروع ہوگیا اور گدھے کی طرح رینکنے لگا۔

بُہلول ہنسا ۔۔۔ "عجب گدھے ہو بھئی تم ۔ کہ تم نے میرے سونے کے سکّے کو فوراً پہچان لیا اور میں گدھا بھی نہیں ۔۔۔ تو بھلا میں تمھارے تانبے کے سکّے کیوں نہ پہچانتا"۔۔۔

وہ نوسرباز بچارا اس قدر شرمندہ ہوا کہ اُسے بھاگتے ہی بنی۔

ہارون کو بھی ہنسی آگئی اور بولا ــــ "شوخی تو خیر اس کی طبیعت میں شروع ہی سے بہت ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ تاکہ ہم جان سکیں کہ اس کی دیوانگی کس منزل پر ہے"ــــ

"ظلِّ سُبحانی ــ!! اجازت ہو تو میں بیان کروں"ــــ ایک درباری نے ادب سے پوچھا۔

"بیان کرو"ــــ ہارون نے اجازت دی۔

"حضور ــــ!!! ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ اس نے ایک عجیب فیصلہ کیا اور وہ بھی اس طرح کہ قاضی کو اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا"ــــ درباری نے کہنا شروع کیا۔

"ہُوا اس طرح کہ بُہلول نے راہ چلتے دو بچّوں کو روتے اور فریاد کرتے دیکھا۔ وہ ان کے پاس رُک گیا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا ــــ "بچّو ــــ تم کیوں پریشان ہو؟"

بڑا لڑکا بولا ــــ "ہم فلاں شخص کے بیٹے ہیں۔ ہمارا باپ حج کو گیا تھا۔ اس نے چلنے سے پہلے ایک ہزار اشرفی قاضی کے پاس بطور امانت رکھوائی تھی اور کہا تھا کہ زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں ــــ اگر میں سفرِ حج سے واپس نہ آیا ــــ تو تم میرے بچّوں کو اس میں سے جو تمہارا دل چاہے دے دینا اور

اگر خُدا مجھے واپس لے آیا — تو میں اپنی اَمانت تم سے واپس لے لوں گا — مگر افسوس کہ قَضا اس کی تاک میں تھی — راستے میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ہم یتیم اور بے آسرا ہوگئے ہم نے اپنے باپ کی اَمانت قاضی سے مانگی — تو وہ کہنے لگا کہ — تمھارے باپ نے میرے ساتھ جو قَول کیا تھا — اس کے مطابق، میں جو میرا دل چاہے گا — وہ تمھیں دوں گا — اس لیے یہ سو اشرفیاں لے جانا چاہو — تو لے لو — اس نے ان لوگوں کی گواہی بھی پیش کردی ہے — جن کے سامنے یہ قَول ہوا تھا — ہم لوگ بہت پریشان ہیں — یتیمی میں ہمارا کوئی آسرا نہیں" —

بُہلُول نے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا — "بیٹا! پریشان نہ ہو — اپنے آنسو پونچھ لو اور میرے ساتھ چلو — میں خود قاضی سے بات کرتا ہوں" —

وہ لڑکے اس کے ساتھ چل پڑے — بُہلُول انھیں لے کر قاضی کے پاس آیا اور بولا — "اے قاضی — تو ان یتیم بچّوں کا حق انھیں کیوں نہیں دیتا" — ؟

"اچّھا — تو یہ چالاک لڑکے اب تمھیں اپنا حمایتی بناکر لائے ہیں — حالانکہ ان کے باپ نے کئی لوگوں کے سامنے مجھے یہ اِختیار دیا تھا کہ میں جو کچھ چاہوں انھیں

دے دوں — اب میں سو اشرفیاں انھیں دیتا ہوں۔ تو یہ لینے سے انکار کرتے ہیں اور مجھے خوامخواہ شہر بھر میں بدنام کرتے پھرتے ہیں" — قاضی نے ٹھاٹھ سے جواب دیا۔

بُہلُول نے بڑے اطمینان سے کہا — "قاضی جی! — آپ نے بالکل درست فرمایا ہے — یہ قول ضرور ہوا ہے۔ لیکن اس قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ جو چاہتے ہیں وہ نوسو اشرفیاں ہیں اور یہی ان بچّوں کے مَرحُوم باپ نے کہا تھا کہ جو آپ کا دل چاہے وہ آپ اس کے بچّوں کو دے دیں — تو قِبلہ قاضی صاحب —! چونکہ آپ نوسو اشرفیاں چاہتے ہیں۔ اس لیے یہی اس کے بچّوں کو دے دیں"

قاضی تو انگشت بدنداں بُہلُول کا مُنہ تکتا رہ گیا — حاضرین نے بُہلُول کی تائید کی اور اسے ان یتیم بچّوں کا حق دیتے ہی بنی" —

"اچّھا — تو اس نے شہر کے قاضی کو عاجز کر دیا اور کہلاتا دیوانہ ہے" — ہارون رشید نے زور دے کر کہا۔

"عالی جاہ —! وہ پاگلوں کی سی حرکتیں بھی کرتا ہے — کبھی اپنے عصا کو گھوڑا بنا کر اس پر سواری کرتا ہے — کبھی بچّوں کے ساتھ مل کر مٹی سے کھیلتا ہے — ریت کے گھروندے بناتا ہے — ہاں نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جاتا ہے

ابھی پچھلے جمعے کو اس نے ایک ایسا شگوفہ چھوڑا کہ ہنس ہنس کر نمازیوں کے پیٹ میں بل پڑگئے"۔۔۔۔وزیر نے بتایا۔

"بیان کرو وہ کیا بات ہے"۔۔۔؟ ہارون نے کہا۔

"گزشتہ جمعے کو وہ نماز پڑھنے مسجد میں آیا۔۔ تو غالباً چوری کے ڈر سے اس نے اپنے جوتے ایک کپڑے میں باندھ کر اپنی عبا میں چھپا لیے۔۔۔ یہاں کے مقامی لوگ تو بہلول کو جانتے ہیں۔۔ ایک ایسا شخص جو اسے پہچانتا نہیں تھا۔ اس نے اسے بغل میں کوئی شے دبلے ہوتے دیکھ کر کہا۔۔۔ "معلوم ہوتا ہے۔۔آپ کے پاس کوئی قیمتی کتاب ہے۔۔۔ جسے آپ نے اتنی حفاظت سے رکھا ہوا ہے"۔۔؟

بہلول نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔۔۔"آپ نے درست اندازہ لگایا۔۔۔بہت قیمتی کتاب ہے"۔۔۔

اس شخص نے پوچھا۔۔۔"کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ کون سی کتاب ہے"۔۔؟

"جی ہاں۔۔کیوں نہیں۔۔یہ فلسفے کی کتاب ہے"۔۔ بہلول نے بتایا۔

"فلسفے کی کتاب۔۔۔ سُبحانَ اللہ۔۔۔!!! آپ نے کِس کتب فروش سے خریدی ہے"۔۔۔؟

"جناب! یہ میں نے ایک موچی سے خریدی ہے"۔۔

بہلول نے مزے سے جواب دیا ـــــ جو لوگ اس کی حرکتوں سے واقف تھے ـــ انھیں ہنسی ضبط کرنی محال ہوگئی۔

ہارون بھی مُسکرایا ـــــ "تو موصوف کی دیوانگی۔فرزانوں کو شرماتی ہے ـــ ہمیں اس کی اس رَوِش پر شک ہے۔ کہیں یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول تو نہیں جھونک رہا۔"

"آپ نے بجا فرمایا اَعلیٰ حضرت ـــ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین عقل و دانش سے نوازا ہے ـــ یہ خیال آپ کے ہی ذہنِ رسا میں آسکتا تھا" ـــــ کسی خوشامدی نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی ـــ

"تم سب نمک حرام ہو ـــ لگتا ہے کہ وہ کوئی سازش کررہا ہے اور تم لوگوں کو کچھ خبر ہی نہیں ـــ اس کے بارے میں فوراً پتہ چلاؤ کہ اس کی دیوانگی کے پسِ پردہ کون سے مقاصد پوشیدہ ہیں اور اسے کل دربار میں طلب کرو ـــ ورنہ تم سب کی گردن ماردی جائے گی" ـــــ ہارون نے جلالِ شاہی سے حکم جاری کیا اور دربار برخاست ہوگیا۔

۵

خلیفہ کا ایک کارندہ فوراً ہی بہلول کی تلاش میں روانہ کردیا گیا۔ بہلول اُسے کہیں بھی نہیں ملا ـــ نہ وہ اس

ویران کھنڈر میں تھا — جو اس کا بسیرا تھا — نہ ہی قبرستان میں جہاں وہ اکثر و بیشتر کسی سوچ میں مُستغرق بیٹھا رہتا تھا — کسی نے بتایا کہ "وہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے" —

کارندہ بھی مسجد کی سمت چل پڑا — ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ اس نے دیکھا کہ بُہلُول اپنے جوتے ہاتھ میں پکڑے — چھڑی بغل میں دباتے — گرتا پڑتا مسجد سے باہر نکلا اور جس طرف اس کا مُنہ اُٹھا — سرپٹ بھاگتا چلا گیا —

اُس کے پیچھے اِک شور بلند ہوا — "لینا — پکڑنا — دیکھو جانے نہ پائے — !!! — پکڑو — پکڑو — ! اس دیوانے کو پکڑو — !!! اس گُستاخ کی خبر لو" — کچھ نوجوان طالبِ علم مسجد سے نکلے اور واویلا کرتے بُہلُول کا پیچھا کرنے لگے —

بُہلُول اپنی ہی عبا میں اُلجھتا — چھڑی کو سنبھالتا — جُوتوں کو بغل میں دباتا — مُڑمُڑ کر دیکھتا — ان کی پہنچ سے دُور نکلنے کی کوشش کر رہا تھا — لیکن بالآخر ان نوجوانوں کی سُبک رفتاری نے اس کو جالیا — وہ اس کی ٹھکائی کرنے لگے۔

"او گُستاخ — !!! تیری یہ جُرأت کہ تو نے ہمارے اُستاد کو مٹی کا ڈھیلا مارا — ہم تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے — ہم تیری جان لے لیں گے — گنوار دیوانے" — !!!

"ہاں — ہاں — میں نے اس کو مارا ہے — میں کب اِنکار کرتا ہوں — لیکن اُسے لگا کہاں ہے —؟ اگر اسے لگا بھی ہے — تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی — تم خوامخواہ شور مچارہے ہو — ہٹو پیچھے — چھوڑو مجھے" — بہلول دُہائی دینے لگا۔

ہارون کا کارندہ دوڑ کر قریب پہنچا اور بیچ بچاؤ کراتے ہوئے بولا — "بھائیو! — تم لوگ کیوں اِس پگلے کے پیچھے پڑے ہو — کچھ انصاف سے کام لو — تم لوگ اتنے سارے ہو اور یہ اکیلا — آخر ہُوا کیا ہے" — ؟؟

"یہ پُوچھیں کہ کیا نہیں ہوا — اس دیوانے نے ہمارے اُستادِ مُحترم امام ابُوحَنیفہ کو مٹی کا ڈھیلا کھینچ مارا — جو ان کی پیشانی پر لگا — ہم اس کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے"۔ وہ پھر بُہلُول کے گرد ہوگئے۔

ہارون کے کارندے نے انھیں روک دیا — "مگر ہوا کیا تھا — کیا ان کے ساتھ بُہلُول کا کوئی جھگڑا ہوا تھا" —

ایک طالبِ علم بولا : — "کیا بات کر رہے ہیں آپ؟ ہمارے اُستادِ مُحترم کی شان اس سے بالاتر ہے کہ وہ اس جیسے کے ساتھ جھگڑا کریں — وہ تو ہمیں معمول کے مطابق درس دے رہے تھے — کہ یہ کم بخت نہ جانے کہاں سے نمودار

ہو گیا اور ان کی پیشانی پر ڈھیلا کھینچ مارا ــــ آپ درمیان سے ہٹ جائیں ــــ یہ پاگل ہے یا دیوانہ ــــ آج تو ہم اس کو ایسا سبق سکھا کر چھوڑیں گے کہ سارا پاگل پن بھول جائیگا۔" ایک لڑکے نے اپنی بات ختم کر کے پھر بُہلول کی طرف دیکھ کر دانت کچکچائے۔

"کیوں بُہلول ــــ! کیا یہ لڑکے ٹھیک کہہ رہے ہیں"؟ کارندے نے بُہلول سے پوچھا۔

"ہاں ــــ میں نے اس کو مارا ہے ــــ مگر اسے لگا تو نہیں ــــ نہ ہی اسے کوئی تکلیف ہوئی ہے ــــ پُوچھ لو اس سے ــــ میرے پیچھے کیوں پڑے ہو" ــــ بُہلول نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

"دیکھی آپ نے اس کی ڈھٹائی ــــ اُستادِ مُحترم پیشانی پکڑے بیٹھے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ انھیں ڈھیلا لگا ہی نہیں ــــ میں ابھی اس کا دماغ درست کرتا ہوں" ــــ وہ طالبِ علم پھر بُہلول پر جھپٹا ــــ

ہارون کے کارندے نے اس کا بازو پکڑ لیا ــــ "بات سُنو لڑکے ــــ! سب جانتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے ــــ پھر خلیفہ کا رشتہ دار بھی ہے ــــ تم اسے مار کر قانون کو ہاتھ میں نہ لو ــــ اسے قاضی کے پاس لے جاؤ ــــ وہی صحیح فیصلہ

کرے گا"۔۔۔

بات لڑکوں کی سمجھ میں آگئی ۔۔۔ وہ بہلول کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور اسے تمام ماجرا کہہ سنایا ۔۔۔ تو بہلول بولا ۔۔۔ "ذرا اپنے اُستادِ محترم کو بھی تو بلا لاؤ ۔۔۔ مدّعی کے بغیر تم دعوٰی کس طرح پیش کرسکتے ہو" ؟

"بہلول درست کہتا ہے ۔۔۔ تم اپنے اُستاد کو بلا لاؤ ۔۔۔ کیونکہ مدّعی تو وہی ہیں ۔۔۔ پھر ہم دیکھ بھی لیں گے کہ ضرب کتنی شدید ہے"۔۔۔ قاضی نے حکم دیا۔

طالب علم گئے اور امام ابوحنیفہ کو بلا لائے ۔۔۔ بہلول نے قاضی سے کہا ۔۔۔ "قاضی جی ۔۔۔!! کیا میں ان لڑکوں کے اُستادِ محترم سے بات کرسکتا ہوں"۔۔۔

"ہاں شوق سے"۔۔۔ قاضی نے اجازت دی۔

بہلول نے انھیں مخاطب کیا ۔۔۔ "میرے عزیز ۔۔۔!! میں نے تجھ پر کون سا ظلم کیا ہے"۔۔۔؟

"عجیب مسخرے ہو تم ۔۔۔ ابھی تم نے سب کے سامنے میری پیشانی پر مٹی کا ڈھیلا نہیں مارا"۔۔۔ ابوحنیفہ نے غصّے سے کہا۔

"تو بھائی ۔۔۔ اس سے تجھے کیا فرق پڑا ۔۔۔ تو بھی مٹی سے بنا ہے اور وہ ڈھیلا بھی مٹی کا تھا ۔۔۔ ابھی تو خود ہی تو

اپنے شاگردوں کو سمجھا رہا تھا کہ امام جعفر صادقؑ جو یہ فرماتے ہیں کہ ابلیس کو جہنّم کا عذاب دیا جائے گا، وہ درست نہیں ہے ــــ کیونکہ شیطان ناری مخلوق ہے ــــ وہ آگ سے بنا ہے ــــ اور اس کو آگ بھلا کیا تکلیف پہنچائے گی ــــ تُو بھی خاکی ہے اور مٹّی سے بنا ہے پھر بھلا مٹّی کے ڈھیلے نے تجھے کیا تکلیف پہنچائی" ــــ ؟

"فضُول باتیں مت کرو ــــ تم نے وہ ڈھیلا اتنی زور سے مارا ہے کہ میری پیشانی اور سر میں درد ہو رہا ہے" ــــ ابو حنیفہ نے ناگواری سے کہا۔

"آپ بھی غَلَط بیانی نہ کریں اعلیٰ حضرت ــــ! اگر آپ کی پیشانی میں دَرد ہے ــــ تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا" ــــ ؟ بہلُول نے تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔

"اوہو ــــ کِس احمق سے پالا پڑا ہے ــــ عقلمند آدمی ــــ کیا کبھی درد بھی کسی کو نظر آیا ہے" ــــ ؟ ابُو حنیفہ نے ناپسندیدگی سے جواب دیا۔

"قِبلہ اُستاد صاحب ــــ! ابھی تو آپ اپنے شاگردوں سے فرما رہے تھے ــــ کہ امام جعفر صادقؑ جو فرماتے ہیں کہ خُدا کو دیکھنا ممکن نہیں ــــ میں اِس بات کو نہیں مانتا ــــ بھلا جو چیز موجود ہے۔ اسے نظر آنا چاہیے ــــ اِس لیے خُدا کو دیکھنا ممکن

ہے — تو اگر آپ کے سرِ مبارک میں درد ہو رہا ہے — تو اسے ہمیں بھی دکھایئے" — بہلول نے شگفتگی سے کہا۔

ابوحنیفہ زچ ہوگئے اور قاضی سے بولے — "قاضی صاحب — یہ دیوانہ تو یوں ہی اِدھر اُدھر کی ہانک رہا ہے۔ اس نے سب کے سامنے مجھے پتھر مارا ہے — آپ گواہیاں لے کر اسے سزا دیں اور کارروائی ختم کریں" —

"یا حضرت — ! اگر مجھ ناچیز نے آپ کو مٹّی کا ڈھیلا مار بھی دیا ہے تو اس میں مجھ دیوانے کی کیا تقصیر — ؟ ابھی آپ ہی تو اپنے شاگردوں سے فرما رہے تھے کہ آپ کو امام جعفر صادقؑ کے اس قول سے بھی اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "اچھّا یا بُرا کام کرنے والا خوُد اس کا ذمّہ دار ہے — اور اس کے لیے جواب دِہ ہے" — جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر فعل اللہ کی طرف سے ہوتا ہے — اور بندہ اس کا ذمّہ دار نہیں — اس لحاظ سے ڈھیلا میں نے آپ کو نہیں مارا — یہ کام تو خُدا نے مجھ سے کروایا ہے — اب بھلا میں اِس کام کے لیے سزا کا مُستحق کس طرح ٹھہرا — جو میں نے نہیں کیا — خُدارا قاضی صاحب آپ ہی اِنصاف کیجیے" —

ابوحنیفہ لاجواب سے ہوگئے — قاضی جو دونوں کی دلچسپ بحث سے محظوظ ہو رہا تھا — بولا — "بہلول نے

اپنا مُقدّمہ جیت لیا ہے"۔۔۔

بُہلُول نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔۔۔ پاؤں میں جُوتے پہنے اور اپنی چھڑی سنبھال کر عدالت سے باہر نکل آیا۔۔۔ وہ اپنی دُھن میں بڑبڑا رہا تھا ۔۔۔ "آلِ محمدؐ کی تکذیب کرنے والوں کو مُنہ کی کھانی پڑتی ہے ۔۔۔ عُلومِ اہلبیتؑ کو جُھٹلانے والوں کے مُقدّر میں جیت نہیں" ۔۔۔!!

ہارون کا کارندہ اس کے پیچھے پیچھے چلا۔۔۔ اس نے دو ایک بار اسے متوجّہ کرنے کی کوشش کی ۔۔۔ لیکن وہ اپنی دُھن میں مَسْت چلتا چلا گیا اور اس کی طرف دِھیان نہیں دیا۔۔۔ ہارون کا کارندہ کچھ فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقُب کرتا رہا۔

بُہلُول کبھی اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتا۔۔۔ کہیں کھڑا ہوکر اپنی چھڑی سے زمین کریدتا ۔۔۔ کہیں راہ چلتے بچّوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر کوئی مزاحیہ فقرہ کس دیتا۔۔۔ کہیں دیوار سے ٹیک لگاکر اپنے خیالوں میں مُسْتَغرق ہو جاتا۔۔۔

اسی طرح چلتے چلاتے آدھا دن بیت گیا۔۔۔ سُورج نِصْفُ النّہار پر آگیا ۔۔۔ بُہلُول اپنے کھنڈر میں داخل ہوا اور ٹوٹی ہوئی دیوار کے ساتھ کمر لگاکر سستانے لگا۔۔۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور فرشِ خاک پر ٹانگیں پسارلیں۔

کارندہ جو بہت دیر سے اس کے تعاقُب میں تھا۔۔۔

اس نے سوچا کہ دن بیت چلا ہے — کھانے کا وقت ہے — لیکن بُہلُول نے کھانا نہیں کھایا — بہتر یہی ہے کہ وہ اس کے لیے کھانا لے آئے تاکہ اس سے بات کرنے کا بہانہ ہو جائے — اسے خُود بھی بھوک لگی تھی — وہ بازار گیا — ایک مطعم میں بیٹھ کر خُود کھانا کھایا، اور کچھ عمدہ کھانا خرید کر ایک خوشنما خوان میں رکھا اور بُہلُول کے کھنڈر میں واپس آگیا۔

بُہلُول اپنے آپ میں مگن نہ جانے خیالات کی کون سی گتھیاں سُلجھا رہا تھا — ہارون کا کارندہ آگے بڑھا اور بُہلُول کو متوجّہ کرنے کے لیے اِطّلاعی انداز میں کھنکارا — بُہلُول نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا — اس نے سلام کیا — بُہلُول نے جواب دیا تو وہ بولا — "جناب بُہلُول صاحب! خلیفہ ہارون نے آپ کے لیے یہ کھانا بھیجا ہے" — اس نے کھانے کا خوان اس کے نزدیک ہی رکھ دیا —

بُہلُول ہنسا — "واہ — واہ —!! اسلامی مملکت کے بادشاہ مجھ جیسے کم حیثیت دیوانوں کا بھی خیال رکھنے لگے ہیں۔"

"خلیفہ ہارون کی رِعایا پروری تو ضربُ المثَل ہے" — کارندے نے فوراً کہا۔

بُہلُول نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور اس کُتّے کو چمکارا جو کھنڈر میں ایک جانب بیٹھا ہوا تھا — کُتّا دُم ہلاتا قریب

آگیا — بہلول نے کھانے کا خوشنما خوان اٹھایا اور کتے کے سامنے رکھ دیا — کتا بے صبری سے منہ مارنے لگا۔

"اوہوہو — !!! خدا کی پناہ — بہلول یہ کیا کرتے ہو —؟ خلیفہ کا کھانا تم نے کتے کے سامنے رکھ دیا ہے" — ملازم نے دہائی دی۔

"ہششت — چپ — چپ — خاموش رہو — منہ بند رکھو — اگر اس کتے نے سن لیا کہ یہ کھانا خلیفہ کا ہے — تو یہ بھی نہیں کھائے گا" —

ملازم اپنی ہنسی نہیں روک سکا اور بولا — "بہلول! تم بھی عجیب مسخرے ہو — میں تمھارے لیے خلیفہ کا یہ پیغام بھی لایا ہوں کہ کل انھوں نے تمھیں دربار میں طلب کیا ہے — بہتر ہے کہ تم کل خود ہی حاضرِ دربار ہو جانا" —

بہلول نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ کارندہ واپس چلا گیا۔

٦

اگلے روز بہلول کا رُخ ہارون کے محل کی جانب تھا۔ اس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ دوش پر گدڑی تھی اور ہاتھ میں عصا — دربان کو معلوم تھا کہ وہ ہارون کا

رشتہ دار ہے اور اسے ہارون نے طلب کیا ہے۔ اسی لیے اس نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

وہ اپنی پھٹی ہوئی جُوتیاں چٹخاتا ـــ بڑی بے تکلّفی سے اندر داخل ہوگیا۔ وہ راہداری میں سے گزُرتا ہوا ـــ دیوانِ خاص میں پہنچا ـــ دیکھا کہ نہ کوئی نگہبان ہے ـــ نہ پہریدار ـــ وزیروں امیروں کی کرسیاں بھی خالی پڑی ہیں ـــ شاید ابھی دربار آراستہ نہیں ہوا تھا ـــ وہ قیمتی قالین کو روندتا ـــ بادشاہ کی مَسنَد تک جا پہنچا ـــ اور مزے سے اس پر براجمان ہوگیا۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند لمحے بھی نہیں ہوئے تھے کہ دربار کے پہرے دار دوڑتے ہوئے آئے ـــ انھیں اطلاع ملی تھی کہ ہارون اسی طرف آرہا ہے ـــ یہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے کہ بادشاہ کی زرّیں مَسنَد پر بُہلُول پھٹے حالوں بیٹھا ہے ـــ انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا ـــ وہ بدحواسی میں آگے بڑھے ـــ ایک نے بُہلُول کا بازو پکڑ کر کھینچا ـــ دوسرے نے کوڑا بُہلُول کی پُشت پر رسید کیا ـــ

"او دیوانے ـــ! تیری یہ جُرأت کہ تو بادشاہ کی مَسنَد پر بیٹھے ـــ اُتر نیچے" ـــ

"ہائے ـــ!!! بُہلُول نے تڑپ کر نعرہ مارا ـــ "ہائے ـــ ہائے ـــ اُفّ ـــ!!! وہ دُہائی دینے لگا۔

"مُنہ بند کرو — شور مت مچاؤ — اُترو بادشاہ کی مَسنَد پر سے اُترو" — !! پہرے دار نے اس کی پُشت پر مُسلسل کوڑے برساتے ہوتے دُرشتی سے کہا۔

دُوسرے نے زور لگایا اور بُہلُول کو مَسنَد پر سے کھینچ کر فرش پر گرا دیا — بُہلُول سر پیٹنے لگا — "ہائے افسوس — صد افسوس — !! آہ — ! آہ — !! اُفّ — ! اُفّ" — !!! وہ بلند آواز میں مسلسل روتا جارہا تھا۔

پہرے داروں کی جان پہ بنی تھی — لیکن وہ کسی طرح خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

اسی وقت ہارون کی آمد کی اِطّلاع نقیبوں نے دی اور چند لمحوں بعد وہ دیوانِ خاص میں داخل ہوا — اس نے بُہلُول کو اس طرح روتے چِلّاتے اور فریاد کرتے دیکھا تو حیران رہ گیا — اس نے آگے بڑھ کر بُہلُول کو فرش پر سے اُٹھانا چاہا — لیکن وہ نہیں اُٹھا اور اسی طرح روتے ہوئے — افسوس — ! افسوس — !!! اور ہائے ہائے پکارتا رہا —

"یہ سب کیا ہورہا ہے — ؟ ہارون نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"عالی جاہ — ! یہ دیوانہ حضور کی مَسنَد پر جا بیٹھا تھا اور اُترنے کا نام نہیں لیتا تھا — اس لیے ہمیں تھوڑی سی سختی کرنی پڑی" — پہرے داروں نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

"ہائے۔ یہ تھوڑی سی سختی تھی ۔ارے ظالمو۔۔۔ !
تم نے تو کوڑوں سے میری پشت اُدھیڑ کر رکھ دی ہے ۔
ہائے افسوس۔ اُفّ ۔ اُفّ ۔!! بُہلُول نے فریاد کرتے ہوئے انھیں ٹوکا۔۔۔

ہارون نے نگاہِ عتاب اُن پر ڈالی ۔۔۔ "تم لوگ دیکھتے نہیں کہ یہ دیوانہ ہے"۔۔۔

پہرے دار آئیں بائیں شائیں کرنے لگے ۔۔۔ ہارون نے بُہلُول کی دِلجوئی کرتے ہوئے اسے فرش سے اُٹھایا اور تسلّی دی لیکن وہ مُسلسل روتا جارہا تھا۔۔۔

ہارون نے بڑی تشویش سے پُوچھا ۔۔۔ "بُہلُول ۔ اس طرح کیوں رو رہے ہو۔۔۔ کیا تمھیں بہت تکلیف پہنچی ہے" ۔

ہاں۔ مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے ۔۔۔ لیکن میں اپنے حال پر نہیں ۔۔۔ تمھارے حال پر رو رہا ہوں ۔۔۔ ہائے افسوس ۔۔۔ ہائے افسوس ۔۔۔!!! بُہلُول نے تاَسّف سے کہا۔

"میرے حال پر" ۔۔۔ ہارون کو تعجُّب ہوا ۔۔۔

"ہاں ۔۔۔ تمھارے حال پر۔۔۔ افسوس ہارون ۔۔۔ تجھ پر کیا گزرتی ہوگی ۔ میں تو تیری مَسنَد پر صرف چند لمحے ہی بیٹھا ہوں ۔۔۔ تو اتنی مار کھائی کہ ساری پُشت چھلنی ہوگئی اور تو نہ جانے کب سے اِس مَسنَد پر بیٹھ رہا ہے ۔ اُفّ ۔

تجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں" ——

ہارون لمحے بھر کو کانپ گیا — لیکن اس نے یونہی ظاہر کیا — جیسے اس کی بات نہیں سمجھا اور بُہلول سے بولا — "تم میرے حال پر افسوس کرتے ہو اور میں تمھارے حال پر — تم اچھے بھلے تو تھے — پھر تمھیں نہ جانے کیا ہوا ہے — جو یُوں دیوانے بنے پھرتے ہو"

بُہلُول مسکرایا — "تم جانتے ہو کہ خُدا کی سب سے بڑی نِعمت عَقل ہے ——

خواجہ عبداللہ انصاری اپنی مُناجات میں فرماتے ہیں کہ "اے خدا — ! جس کو تُو نے عَقل دی — اسے کیا کچھ نہیں دیا اور جسے عَقل نہیں دی — اسے کیا دیا"— ؟تم نے وہ حدیث تو سُنی ہوگی کہ جب خُدا ارادہ کرتا ہے کہ بندے سے اپنی نِعمتیں واپس لے لے — تو سب سے پہلے بندے سے جو چیز واپس لیتا ہے وہ عَقل ہے — عَقل بِرزق میں شمار ہوتی ہے — افسوس کہ خُدا نے یہ نِعمت مجھ سے واپس لے لی ہے"——

"لیکن اس سے شاہی خاندان کی کس قدر ذِلّت ہو رہی ہے — تمھیں اس کا بھی کچھ اندازہ ہے — سب جانتے ہیں کہ تم میرے رشتہ دار ہو اور تم ہو کہ اس حُلیے میں جگہ جگہ

گھومتے پھرتے ہو ــ کچھ نہیں تو میرے مَنصَب اور مَرتبے کا ہی خیال کرو"ــ ہارون نے سرزنش کے انداز میں کہا۔

بُہلُول نے سر اُٹھایا اور بولا ــ"ہارون ــ اگر تو کِسی جنگل بیابان میں راستہ بھٹک جائے ــ تیرا پیاس سے دَم نکل رہا ہو ــ اور تجھے کہیں پانی نہ ملے ــ تو تو ایک گھونٹ پانی کے عِوَض کیا کچھ دینے پر تیار ہو جائے گا"ــ

"عجیب دیوانے ہو تم ــ بھلا اس وقت اس کا کیا ذِکر"ــ ہارون نے ناگواری سے کہا ــ

بُہلُول ہنسا ــ"میری بات کا جواب تو دو"ــ

"ظاہر ہے ــ اس وقت میرے پاس جو بھی مال و مَتاع ہے وہ سب دے دوں گا"ــ ہارون نے بے پرَوائی سے جواب دیا ــ

"اگر پانی کا مالک اِس قیمت پر راضی نہ ہو ــ پھر؟"

بُہلُول نے پوچھا ــ

"تو میں اُسے اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا"ــ

ہارون نے فراخدلی سے کہا ــ

"اچھا"ــ! بُہلُول نے بڑے اِطمینان سے کہا ــ

"اگر یہ ایک گھونٹ پانی پی کر تیری جان تو بچ جائے ــ لیکن تجھے پیشاب رک جانے کی بیماری لاحِق ہو جائے ــ

اور کسی طرح دُور نہ ہو ۔۔ تیری جان پر بن جائے اور تجھے پتہ چلے کہ کوئی شخص تیری اِس بیماری کا عِلاج کرسکتا ہے ۔۔ تو تُو اُسے کیا دے گا"۔۔؟

"میں اس شخص کو اپنی باقی آدھی سلطنت بھی دے دوں گا۔ جان ہے تو جہان ہے"۔۔ ہارون بولا ۔۔

"تو پھر اسی بادشاہی پر غرُور کرتے ہو۔ جس کی قیمت پانی کے دو گھونٹ سے زیادہ نہیں"۔۔ بُہلُول نے برجستہ کہا۔

ہارون خفیف سا ہوگیا ۔۔ "بُہلُول تم دیوانے ہوگئے ہو ۔۔ مگر تمھاری عادتیں نہیں بدلیں ۔۔ تمھیں اپنے خاندان کے وَقار کا کوئی پاس نہیں ۔۔ پیغمبرِ خداؐ کے چچا عبّاسؓ کے بیٹے عبداللہ بن عبّاس کتنے مرتبے کے حامِل ہیں ۔۔ لیکن تم علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ترجیح دیتے ہو"۔۔

"مجھے اپنی جان کا خوف نہ ہو ۔۔ تو میں یہی کہوں گا کہ تم ٹھیک کہتے ہو"۔۔ بُہلُول نے جواب دیا۔

ہارون چونکا اور اس کے خیالات جاننے کے لیے بولا ۔۔ "تمھیں ہر طرح سے اَمان ہے ۔۔ لیکن تمھیں دلیل سے اپنی بات کو حق ثابت کرنا پڑے گا"۔۔

بُہلُول سیدھا ہو بیٹھا اور واضح لفظوں میں بولا ۔۔ "میرے خیال میں پیغمبرِ خداؐ کے بعد علیؑ تمام مسلمانوں سے

اَفضل ہیں ــ کیونکہ وہ سچّے مُومن تھے ــ ان کی تمام عادات پسندیدہ تھیں اور اِطاعتِ خُدا و رسولؐ میں ان سے ذرّہ بھر کوتاہی نہیں ہوئی ــ انھوں نے تمام خُدائی اَحکامات پر اس طرح حَرف بہ حَرف عمل کیا کہ اس کے مُقابلے میں نہ صِرف اپنی جان بلکہ اپنی اولاد کی جانیں بھی ہیچ سمجھتے تھے ــ وہ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ تمام جنگوں میں سب سے آگے رہتے تھے۔ انھوں نے کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔ اس بارے میں ان سے سوال بھی کیا گیا تھا کہ آپ جنگ میں اپنی جان کا خیال کیوں نہیں رکھتے ــ اگر کوئی پیچھے سے آپ پر حملہ کر کے آپ کی جان لے لے ــ تو پھر ــ ؟

انھوں نے جواب دیا ــ "میری لڑائی خُدا کے دِین کی خاطر ہے ــ اس میں مجھے کسی لالچ، فائدے اور ذاتی غرض کا خیال نہیں ــ میری جان خُدا کے ہاتھ میں ہے ــ اگر میں مرجاؤں گا ــ تو خُدا کی راہ میں مَروں گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا سَعادت ہوگی" ــ

"جب وہ مُسلمانوں کے خلیفہ تھے تو اپنا تمام وقت مُسلمانوں کے کاموں اور خُدا کی عِبادت میں صرف کرتے تھے ــ بیتُ المال سے ایک دینار بھی بیکار نہیں اُٹھاتے تھے ــ یہاں تک کہ ان کے بھائی عقیل نے جو عیال دار تھے۔ ان سے درخواست کی

کہ بیتُ المال سے ان کا جو حق انھیں ملتا ہے۔اس سے کچھ زیادہ انھیں دیا کریں — امیرُالمومنین نے ان کی درخواست ردّ کردی"—

آپ تمام حکّام سے بھی فرماتے تھے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے — ان کے مُعاملات کے فیصلے عدل و انصاف سے کیے جائیں — جو حاکم ذرا سا بھی ظُلم وستم کرتا تھا— اس سے باز پُرس میں سختی کرتے تھے اور اسے فوراً مَنصَب سے ہٹا دیتے تھے۔ خواہ وہ ان کا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ اسے مُعاف نہیں کرتے تھے"—

"جیسا کہ عبداللہ بن عبّاس نے جس وقت وہ بصرہ کے حاکم تھے— بیتُ المال کی کچھ رقم ذاتی کاموں میں خرچ کرلی تھی —آپ نے ان سے وہ رقم واپس مانگی اور ان کے اس فِعل پر انھیں سخت تنبیہ کی اور ایک آخری تاریخ مقرر کردی تاکہ اس سے پہلے پہلے ابنِ عبّاس وہ رقم واپس کردیں—لیکن ابنِ عبّاس اس مقررہ تاریخ تک رقم نہیں لوٹا سکے —علیؑ نے انھیں کُوفہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا— ابنِ عبّاس جانتے تھے کہ علیؑ ایسے خلیفہ نہیں ہیں جو درگزر کردیں گے اور چشم پوشی سے کام لیں گے۔ اس لیے وہ بھاگ کر مکّے چلے گئے اور خُدا کے گھر میں جا بیٹھے تاکہ علیؑ کے مُحاسبے سے بچ جائیں"—

ہارون خجل سا ہوگیا — لیکن ڈھٹائی سے بولا "اگر علیؑ اتنے ہی عظیم اور عوام دوست تھے — تو پھر قتل کیوں ہوئے" — ؟

"حق کی راہ پر چلنے والوں کو اکثر شہید کیا گیا ہے — ہزاروں پیغمبرؑ اور خدا کے نیک بندے اسی طرح خدا کی راہ میں قتل ہوئے ہیں" — بہلول نے برجستہ جواب دیا —

ہارون کوئی عذر نہ تراش سکا تو بولا — اچھا بہلول! اب علیؑ کی شہادت کا حال بھی سنا دو"

بہلول نے سرد آہ بھری اور بولا — "امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ جس رات عبدالرحمٰن ابن ملجم قتلِ علیؑ کے ارادے سے مسجد میں آیا۔ اس وقت ایک اور شخص بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر وہ دونوں باتیں کرتے رہے پھر صحنِ مسجد میں سو گئے" —

جب علیؑ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے سوتوں کو جگایا تاکہ نماز پڑھیں ۔ یہ دونوں ملعون بھی بیدار ہو گئے۔ علیؑ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے — آپ نے سجدے میں سر رکھا — تو ابنِ ملجم نے تلوار آپ کے سر پر ماری — یہ ضرب اسی جگہ لگی جہاں پہلے عمرو بن عبدِ ودّ نے غزوہ خندق میں وار کیا تھا — اس بدبخت کے وار سے آپ کے سر سے ابرو تک گہرا

زخم پڑگیا"۔

"اُس کی تلوار زہر میں بُجھی ہوئی تھی ۔ اس لیے آپ جانبر نہ ہوسکے اور تیسرے دن شہادت پائی ۔ آخری وقت اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوکر فرمایا : ۔ "خُدا کے چاہنے والوں کے لیے اِس فَانِی دُنیا سے انبیاءؑ اور اَوْصِیَاءؑ کا ساتھ بہتر ہے۔ اگر میں اِس زخم سے مرجاؤں تو میرے قاتل کو بھی ایک ہی ضَرْب لگانا کیونکہ اس نے مجھ پر صِرف ایک ہی وار کیا ہے اور ۔ ہاں ۔ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا"۔

یہ فرما کر آپ کچھ دیر کے لیے بے ہوش ہو گئے ۔ جب ہوش میں آئے تو اپنی وصیّت جاری رکھی ۔ فرمانے لگے ۔ "میں نے اِس وقت رسولِ خداؐ کو دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ کل تم ہمارے پاس ہوگے"۔

"اس وقت آسمان کا رنگ بدل گیا ۔ زمین ہلنے لگی۔ مُومنوں کی آہ و بُکا سے فضائیں گُونجنے لگیں ۔ عوامُ النّاس کے نالہ وشیون سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ۔ اس بارے میں ایک شاعِر نے کیا خُوب کہا ہے ۔

"آج کی رات مُشرکوں نے ظلم وسِتَم کا جھنڈا بلند کردیا ہے۔
شہادتِ علیؑ سے دین کے اَرکان پر سخت وار ہوا ہے۔
اِس ایک وار سے جو مُومنوں کے باپ کو لگا ہے۔

اِیمان کا پُورے کا پُورا گھر اُجڑ گیا ہے۔
آسمان کے مکینوں نے اِس غم میں اپنے تاجِ سَعادت اُتار پھینکے ہیں۔
دُنیا والوں کو بہتا پانی کڑوا لگنے لگا ہے۔
آبِ حیات میں زہر گھول دیا گیا ہے۔
ظالِموں نے رسول اللہؐ کے داماد کو شہید کر کے ان کے دِل میں غم کے تیر پیوَست کر دیے ہیں۔
انھوں نے علی مرتضیٰؑ کا سر ہی دو پارہ نہیں کیا بلکہ خُدا کے ہاتھ (یَدُ اللہ۔ حضرتؑ کا لقب) کو بھی کاٹ ڈالا ہے۔
جب سے علیؑ کی پیشانی پر دشمن کی تلوار لگی ہے
چاند اور سورج کی پیشانیاں بھی داغدار ہو گئی ہیں۔
یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے شَقُّ القَمَر کا مُعجِزہ دوبارہ دنیا پر ظاہر ہو گیا ہے۔
علیؑ کی پیشانی چاند کی طرح دو ٹکڑے ہو گئی ہے۔
زینبؑ و اُمِّ کُلثومؑ کے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوتیں۔
حَسَنؑ اور حُسینؑ نے اپنے عمامے شدّتِ غم سے زمین پر اتار پھینکے۔
بُہلُول کا حَرف حَرف درد و اَلَم میں ڈوبا ہُوا تھا — ہارُون بھی اس کی تاثیر میں کھو سا گیا — اور بہت دیر تک اس کے

ہونٹوں سے ایک حرف بھی نہیں نکلا اور اس کا سر جُھکا رہا
بُہلُول نے اپنی گُدڑی سنبھالی اور اپنے آنسو پونچھتا ہوا
اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھّا ہارون ——اب مجھے اجازت دے"۔

ہارون چونکا —— "ٹھہرو —تم ہمارے محل میں آئے ہو
— یہ مناسب نہیں کہ یہاں سے خالی ہاتھ جاؤ"

اس نے ملازموں کو حکم دیا کہ بُہلُول کے لیے اشرفیاں اور
دینار لائے جائیں۔

"نہیں ہارون— مجھے ان اشرفیوں کی حاجت نہیں۔ تم
نے یہ مال جن لوگوں سے لیا ہے — انھیں دے دو— اگر تم
نے قوم کا مال نہیں لوٹایا— تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا۔
جب خلیفہ سے اس کا تقاضا کیا جائے گا —— اس روز خلیفہ
خالی ہاتھ ہوگا اور اس کے پاس شرمندگی اور پچھتاوے کے
سوا کچھ نہیں ہوگا"— بُہلُول اتنا کہہ کر چل دیا — ہارون لرز
گیا اور وہیں پشیمان سا بیٹھا رہ گیا۔

۷

ہارون کی چہیتی ملکہ، زُبیدہ اپنے شاندار محل کی کھڑکی میں
سے باہر کا نظّارہ کر رہی تھی کہ اس نے بُہلُول کو نہر کے کنارے

بیٹھے ہوئے دیکھا — وہ بچّوں کی طرح ریت سے کھیل رہا تھا۔ کبھی وہ اس کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں بناتا — کبھی انھیں کیاریوں کی شکل دیتا۔ کبھی ان گھروندوں میں کھڑکیاں اور دروازے بناتا — زبیدہ کچھ دیر اُس کا یہ کھیل دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ پھر اپنی چند کنیزوں کے ساتھ باہر آئی اور بہلول کے پاس آن کھڑی ہوئی اور اسے متوجّہ کیا — "بہلول یہ کیا کر رہے ہو؟"

بہلول نے سر اُٹھا کر دیکھا — "یہ میں جنّت کے محل بنا رہا ہوں" — اِتنا کہہ کر وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"اچھّا" —!!! زبیدہ نے مصنوعی حیرت سے کہا — پھر کچھ سوچ کر بولی — "بہلول — تم بہشت کے یہ محل بیچتے بھی ہو"؟

"ہاں بیچتا ہوں" — بہلول نے جواب دیا۔

"کِتنے دینار میں — ؟" زبیدہ نے مزاحاً پوچھا۔

"صِرف — سو دینار میں" — بہلول نے بتایا۔

زبیدہ نے سوچا کہ اِس طرح مذاق ہی مذاق میں بہلول کی مدد بھی ہو جائے گی۔ اس نے کنیزوں کو حُکم دیا کہ بہلول کو سو دینار ادا کر دیے جائیں اور بہلول سے بولی — "بہلول میں بھی ایک بہشت خریدنا چاہتی ہوں" —

"کون سی" — ؟ بہلول نے اِستفسار کیا۔

زبیدہ نے یوں ہی ریت کی ایک کیاری کی جانب اِشارہ

کر دیا — "مجھے وہ بہشت چاہیے" —

بُہلُول نے رقم لے لی اور بولا — "تم نے قیمت ادا کر دی ہے — ٹھہرو — میں اس کا قُبالہ تمھارے نام لکھ دیتا ہوں"۔

زُبیدہ ہنسی — "میں اِس وقت جلدی میں ہوں بُہلُول! تم اس کا قُبالہ لکھ کر محل میں لے آنا" —

وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئی — بُہلُول بھی اپنی مٹّی کی ڈھیریاں ڈھا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ سب دینار اپنی جھولی میں ڈال کر ضرورت مندوں اور ناداروں کی تلاش میں نکل گیا۔

زُبیدہ سب کچھ بھُول کر اپنے معمولات میں مصروف ہوگئی۔ رات اپنے بستر پر گئی — آنکھ لگی — تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک ایسے خوشنما باغ میں ہے۔ جس کا تصوّر کرنا بھی محال ہے کہ وہ روئے زمین پر اس کی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ اس نے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے اور ہر لحظہ حیرت میں ڈوبتی چلی گئی — اس کے چاروں طرف عظیمُ الشان محلّات تھے۔ جن کے درودیوار میں جڑے ہوئے ست رنگے جواہرات نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ چمن میں بہتی ہوئی نہروں کا پانی موتیوں جیسا شفّاف تھا۔ گلستان کی بہار قابلِ دِید تھی۔ کلیاں چٹک رہی تھیں۔ پھُول کھِل رہے تھے۔ فضائیں مُعطّر تھیں

اور ہواؤں میں تازگی اور خوشگواری تھی ۔ روشیں پھولوں سے بھری تھیں اور ان کی مہک نرالی تھی ۔

اتنی خوب صورتی ۔ اتنا حسن اور دلکشی یکجا دیکھ کر زبیدہ حیران ہو رہی تھی کہ کچھ غلام اور کنیزیں صفیں باندھے قریب آئے ۔ زرنگار کرسی بیٹھنے کے لیے پیش کی اور مؤدبانہ لہجے میں بولے ۔ "تشریف رکھیے" ۔

زبیدہ تصویر حیرت بنی اس زرّیں کرسی پر بیٹھ گئی ۔ ایک کنیز آگے بڑھی اور اس نے ایک دستاویز چاندی کی طشتری میں رکھ کر زبیدہ کو پیش کی ۔ زبیدہ نے کچھ متذبذب سی ہو کر دستاویز اٹھائی اور ڈرتے ڈرتے اس پر نگاہ ڈالی ۔ اس میں سونے کے حرفوں سے لکھا تھا : ۔ "یہ قبالہ ہے اس بہشت کا جو بہلول نے زبیدہ کے ہاتھ فروخت کی ہے" ۔

اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی ۔ وہ بہت دیر تک خواب کے سحر میں کھوئی رہی ۔ اس کی آنکھوں میں وہ تمام فردوسی مناظر رقص کرنے لگے ۔ اس نے سوچا ۔ غور کیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے ۔ وہ خواب کی صورت میں ایک بشارت ہے ۔ بہلول کا وعدہ سچ تھا ۔ کیونکہ اس نے بہشت کا قبالہ لکھ کر دینے کا وعدہ کیا تھا اور جیسے نظّارے اس نے خواب میں دیکھے تھے ۔

وہ رُوئے زمین پر کہیں نہیں تھے ـــــ

اس کا رُواں رُواں مَسرّت وشادمانی سے ناچ اُٹھا ـــــ اس نے بے خُودی میں ہارون کو جگایا اور پھُولے ہوئے سانسوں کے درمیان بولی ـــــ "ظِلِّ اِلٰہی ـــــ آج میں نے سو دینار میں بُہلُول سے ایک بہشت خریدی تھی ـــــ میرا خیال تھا کہ وہ ایک مذاق ہے ـــــ دیوانے کی بَڑ ہے ـــــ مگر وہ ابھی ابھی مجھے خواب میں دِکھلا دی گئی ہے ـــــ اس کا قُبالہ میرے نام ہے ـــــ میں نے ابھی اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"۔

"تمھارا دماغ تو درست ہے ـــــ اَحمق ـــــ کہ تمھیں بھی اس دیوانے نے پاگل بنا دیا ہے" ـــــ ہارون نے اپنی نیند خراب ہونے کی خفگی سے کہا ـــــ

"نہیں ـــــ میں سچ کہہ رہی ہوں ـــــ میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا ہے ـــــ اس کا دیدار کسی انسانی آنکھ نے نہیں کیا ہوگا ـــــ وہ بہشت میرے نام ہے ـــــ خُدا کی قسم میں نے اس کی دستاویز دیکھی ہے" ـــــ زُبیدہ نے جوش سے بتایا ـــــ

"اوہو ـــــ یہ وقت ایسے اُلٹے سیدھے خواب سُنانے کا ہے ـــــ خاموش ہو جاؤ اور میری نیند خراب نہ کرو" ـــــ ہارون نے غصّے سے کہا اور کروٹ بدل لی۔

لیکن زُبیدہ کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ وہ تمام رات اس نے اسی تصوّر میں گزار دی ــــ صُبح اٹھتے ہی وہ پھر ہارون کے گِرد ہوگئی اور اسے قسمیں کھا کھا کر اپنا خواب سُنایا اور اسے یقین دِلایا کہ اس کا خواب سچّا ہے اور بُہلُول سے خریدی ہوئی جنّت حقیقت ہے ــــ

ہارون نے بُہلُول کو بُلا بھیجا ــــ وہ اپنی گدڑی میں لپٹا شہنشاہوں کی سی شان سے آیا اور معنیٰ خیز لہجے میں ہارون سے بولا ــــ "تجھ جیسے بادشاہ کو مجھ فقیر کی ضرورت کیوں آن پڑی ہے" ــــ ؟

"سُنا ہے ــــ تُو نے بہشت بیچنے کا کاروبار شروع کر دیا ہے" ــــ ہارون نے مذاق اُڑایا ــــ

"مابدولت تو یہ کاروبار کب سے کر رہے ہیں" ــــ بُہلُول نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"سُنا ہے تو نے ملکہ کو بھی کوئی بہشت بیچی ہے" ــــ ہارون نے سوال کیا ــــ

"ہاں" ــــ !! بُہلُول نے اِثبات میں سر ہلایا ــــ

"کتنے میں ــــ ؟ ہارون نے پُوچھا ــــ

"سو دینار میں" ــــ وہ بولا ــــ

"بہت خُوب ــــ میں بھی تجھے سو دینار سے کچھ زیادہ ہی

دے دوں گا — ایک بہشت میرے ہاتھ بھی فروخت کردے" —
ہارون نے کہا۔

بُہلُول نے قہقہہ لگایا — " ہارون تیری ملکہ نے تو ان دیکھے یہ سودا کیا تھا — تو نے تو اُس سے سب کچھ سُن لیا ہے — اب اس کی قیمت ادا کرنا تیرے بس میں نہیں" —

۸

بُہلُول کی اس کرامت نے ہارون کو فکرمند کردیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بہلُول کی کوئی ایسی بات لوگوں کو اپنی طرف مُتوجّہ کرے اور وہ اس کے مُعتقِد بن جائیں ۔کیونکہ اسے یہ بھی بدگمانی تھی کہ امام مُوسٰی بن جعفرؑ جنھیں اس نے قید کر رکھا تھا۔ وہ ان سے خُفیہ رابطہ رکھتا ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے ۔ اس نے ان جاسوسوں کو بُلوایا۔ جو بہلُول کے بارے میں سے تمام خبریں پہنچاتے تھے اور ان سے بولا "تم لوگوں نے بہلُول کے بارے میں کیا پتہ چلایا ہے ؟" —

"جان کی اَمان پاؤں تو کچھ عرض کروں" — ایک شخص نے جُرأت کی ۔

"اَمان ہے" — ہارون نے کہا۔

"عالی جاہ— ! اُسے دیوانہ نہیں — دانا کہنا چاہیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے — جیسے اُس نے خود پر دیوانگی کا ایک خول سا چڑھا رکھا ہے — وہ دانشمندی میں اچھے بھلے ہوش مندوں کو مات دے دیتا ہے — ہم نے اس کی بہت نگرانی کی ہے — مگر کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر گرفت کی جاسکے" — ایک وزیر نے جواب دیا۔

"ہمیں خبر ملی ہے کہ اس نے عوام کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ لوگ اپنی مشکلیں لے کر اس کے پاس جاتے ہیں" — ہارون نے ناگواری سے کہا۔

"آپ نے بجا فرمایا — ظِلِّ سُبحانی — !!! یہ حقیقت ہے کہ وہ لوگوں کے کام آتا ہے اور بڑے عجیب انداز میں ان کی مشکلیں حل کرتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں بغداد کے سوداگر کا قِصّہ بیان کروں۔ جس کی مشکل بُہلُول نے آسان کی ہے" — دوسرے مُشیر نے گفتگو میں حصّہ لیا —

" اجازت ہے" — ہارون نے اجازت دی۔

"اِس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ بغداد کا ایک شریف سوداگر عجیب مشکل میں گرفتار ہوگیا تھا — وہ بہت کم مُنافع پر مال بیچتا ہے — اس لیے شہر میں ہردلعزیز ہے۔ اس کا ایک کاروباری رقیب جو یہودی ہے۔ اس سے حَسَد

کرتا تھا اور موقع کی تاک میں تھا کہ سوداگر کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ وہ شہر میں سُود پر روپیہ بھی چلاتا ہے۔"

کچھ مُدّت گزری اس شریف سوداگر کو روپے کی ضرورت پڑی۔ اس نے یہودی سے قرض مانگا۔۔۔ وہ روپیہ دینے پر تیار تو ہوگیا۔۔۔ لیکن اس نے ایک نرالی شرط رکھی کہ اگر سوداگر وقتِ مقررہ پر اس کا قرض ادا نہ کرسکا۔۔۔ تو وہ اس کے بدلے میں اس کے جسم کے جس حصّے سے چاہے گا۔۔۔ ایک سیر گوشت کاٹ لے گا۔۔۔ سوداگر مجبور تھا۔ اس کی عزّت پر بنی تھی۔۔۔ اس نے مجبوراً شرط مان لی اور پکّی دستاویز لکھ کر یہودی کے حوالے کردی۔"

"اِتّفاق ایسا ہوا کہ وہ سوداگر وقتِ مقررہ پر قرض ادا نہیں کرسکا۔ تو یہودی نے فوراً عدالت میں مُقدّمہ دائر کردیا کیونکہ اس کے پاس سوداگر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویز موجود تھی۔۔۔ اس لیے قاضی کو فیصلہ یہودی کے حق میں ہی دینا تھا۔۔۔ مگر وہ آج کل پر ٹالتا رہا۔۔۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہودی سوداگر کا سخت ترین دشمن ہے۔۔۔ وہ اس کا ایسا عُضو کاٹنا چاہتا ہے جو اس کی مَوت کا باعث بن جائے۔

"یہودی ہر روز قاضی سے حُکم جاری کرنے کا تقاضا کرنے لگا۔ قاضی کے پاس بھی سوداگر کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں تھی۔۔۔

لوگ بھی اس کے حال پر کُڑھتے تھے ــــ کسی نے بہلُول سے بھی یہ قصّہ جا کہا ــ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ــــ اپنی گُدڑی اُٹھا کر کندھے پہ ڈالی اور قاضی کی عدالت میں جا پہنچا ــــ اور قاضی سے بولا ــــ

"قاضی جی ــ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اِنسانیت کے ناطے اس سوداگر کی وکالت کروں" ــــ

قاضی نے اُسے اجازت دے دی ــــ تو وہ اپنا عصَا کھَٹکھَٹاتا آگے بڑھا اور بڑے اِطمینان سے سوداگر اور یہودی کے درمیان جا بیٹھا۔ اور سوداگر سے بولا ــــ "بھائی سوداگر! کیا تونے اس کو دستاویز لکھ کر دی ہے کہ اگر تو قرض ادا نہ کرسکے تو اسے اِختیار ہے کہ یہ تیرے جسم کا ایک سیر گوشت جس جگہ سے چاہے اُتار لے" ــــ

"مجھے اِس سے اِنکار نہیں ہے" ــــ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا ــــ

پھر بُہلُول یہودی کی طرف مُتوَجّہ ہوا ــــ "کیوں بھائی کیا یہی دستاویز لکھی گئی تھی کہ تم اس کے جسم سے ایک سیر گوشت جہاں سے چاہو گے کاٹ لو گے" ــــ

"بالکل یہی اِقرار ہوا تھا ــــ میرے پاس دستاویز موجود ہے" ــــ یہودی نے بڑے فخر سے بتایا ــــ

"تو پھر ٹھیک ہے بھائی ــــ تمھیں پُورا حق حاصل ہے کہ تم سوداگر کے جسم سے ایک سیر گوشت کاٹ لو ــــ جہاں سے جی چاہے کاٹو ــــ لیکن اِتنا خیال رکھنا کہ شرط صِرف گوشت کی ہے اور وہ بھی پُورا ایک سیر ــــ نہ کم نہ زیادہ ــــ اور خُون کا ایک قطرہ نہ نکلے۔ اگر تم نے ایک سیر سے کم یا زیادہ کاٹا یا سوداگر کا خُون ضائع ہوا تو تمھیں اِقدامِ قتل کی سزا ملے گی" ــــ بُہلُول نے بہت مزے سے کہا ــــ

یہودی کا مُنہ کھُلے کا کھُلا رہ گیا۔ لوگ عَش عَش کر اُٹھے اور قاضی نے حُکم دیا کہ یہودی کو صِرف رقم ادا کردی جائے۔

"بہت خُوب" ــــ !!! ہارون نے توصیفی انداز میں کہا "بہت دُور کی کوڑی لایا بُہلُول" ــــ

"عالی جاہ ــــ اس کا دیوانہ دماغ اکثر دُور کی کوڑی لاتا ہے ــــ اگر مجھے اجازت ہو تو میں بتاؤں کہ اس نے ایک بیوقوف غُلام کو کیا خوب سبق سکھایا" ــــ کوئی دُوسرا مُقرّب بولا۔

"بیان کرو" ــــ ہارُون نے اجازت دی۔

چند روز ہوئے یہ خاکسار ایک کشتی میں بصرے گیا۔ اس میں اور لوگوں کے ساتھ بُہلُول بھی سوار تھا ــــ اچانک ایک سوداگر کا غُلام رونے اور چِلّانے لگا ــــ "خُدا کے لیے مجھے کشتی سے اُتارو ــــ نہیں تو میں مَرجاؤں گا ــــ خُدا کیلئے

اس کشتی کو واپس لے جاؤ ـــ سمندر کی لہریں اسے اُلٹا دیں گی ہم سب ڈوب جائیں گے ـــ تمھیں خُدا رسُول کا واسطہ کشتی کو روکو "ـــ

اسے ایک لمحہ بھی قرار نہیں آ رہا تھا اور اس کی چیخ وپکار سے کشتی میں سوار لوگ بہت پریشان ہو رہے تھے ـــ کچھ مُسافروں نے اُسے تسلّی دینے کی کوشش بھی کی ـــ ہر طرح سے سمجھایا بُجھایا ـــ لیکن اسے کسی پَل چین نہیں تھا ـــ

بُہلُول نے غلام کے مالِک سے کہا ـــ " جناب ! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے غُلام کا خوف دور کردوں ـــ بچارا بہت پریشان ہے "ـــ

" نیکی اور پُوچھ پُوچھ ـــ بھلا اس سے بہتر اور کیا بات ہوگی ـــ اس کا کوئی بندوبست کرو ـــ یہ خود تو پریشان ہے ہی ـــ اس کی چیخ و پکار ہمارے دماغ پر بھی ہتھوڑے کی طرح برس رہی ہے ـــ اللہ تمھیں جزائے خیر دے ـــ اسے پُرسکون کردو "ـــ سوداگر نے جلدی سے کہا ـــ

باقی لوگوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں مِلائی ـــ بُہلُول نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا ـــ " بھائیو ـــ تمھیں زحمت تو ہوگی ـــ ذرا اس بچارے غُلام کو اُٹھا کر سمندر میں تین چار ڈبکیاں تو دِلوا دو "ـــ

لوگ ہنس پڑے ۔ کچھ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا — غلام اور زیادہ چیخ و پکار کرنے لگا — بہلول بولا — بھائیو — جب اس کے مالک نے اجازت دے دی ہے تو تمھیں کیوں تامّل ہے — شاباش اٹھو — اس کو سمندر میں دو چار غوطے دلوادو — چلو بسم اللہ کرو" —

سوداگر نے اس کی تائید کی — تو غلام کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا ۔ غلام نے واویلا مچا کر آسمان سر پر اٹھا لیا — بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اس کی ایک نہیں چلی — کچھ آدمیوں نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور سمندر میں غوطے دینے لگے — وہ بچاؤ — بچاؤ — کا شور مچانے لگا۔

چند لمحوں بعد بہلول نے کہا — "یار — اس بچارے پر ترس کھاؤ اور اب بس کرو — اس کا علاج ہو گیا ہے۔"

مسافروں نے اسے واپس کھینچ لیا — اس نے ہانپتے کانپتے اپنے ناک اور منہ سے پانی نکالا — بال پونچھے اور ایک کونے میں بالکل چپ بیٹھ رہا — باقی مسافروں نے حیرت سے اس کی اس خاموشی کو دیکھا — اور بہلول سے سوال کیا کہ "اس نے یہ نسخہ کیونکر ایجاد کیا جو اس قدر کارگر ثابت ہوا" — ؟

بہلول نے ہنس کر جواب دیا — "اس بچارے کو کشتی

کے آرام کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں تھا ___ سمندر میں غوطے کھا کر اسے یہ نکتہ سمجھ میں آگیا ہے کہ کشتی سمندر کے مقابلے میں کتنی محفوظ ہے"___

ہارون مسکرایا ___" اس مسخرے کا بھی کوئی ایسا ہی علاج کرنا پڑے گا ___ جو دیوانہ بن کر دُوسروں کو دیوانہ بناتا پھرتا ہے"___

"ظلِّ اِلٰہی نے بجا فرمایا ___ ہمارا اندازہ بھی یہی ہے کہ وہ دیوانہ نہیں ہے ___ بلکہ دُوسروں کو بیوقوف بنانے کے لیے ایسی حرکتیں کرتا ہے ___ کچھ روز پہلے تو ہمیں اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ وہ دیوانہ ___ پاگل اور دانشمند میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے"___ ایک شخص نے کہا ___

"وہ کس طرح ___ ؟ بیان کرو"___ ہارون نے مُتجسّس لہجے میں کہا۔

"جب بہلول کو پاگل پن کا دورہ پڑا تھا ___ تو ایک تاجر نے غالباً" فال لینے کی غرض سے بہلول سے پوچھا ___"حضرت شیخ بہلول صاحب ___ ! مہربانی فرما کر مجھے مشورہ دیں کہ میں کونسا مال خریدوں جو نفع بخش ہو"___ ؟

بہلول نے بڑے اطمینان سے کہہ دیا ___" بھائی تم لوہا اور روئی خرید لو ___ اللہ تعالیٰ برکت دے گا"___

دیوانوں اور درویشوں کی باتوں سے اکثر لوگ فال لیتے ہی ہیں، اس نے بھی بُہلول کی بات پر عمل کیا ـــ اتفاقاً اسے بہت زیادہ مُنافع ہوا"ـــ

دو ڈھائی ماہ بعد، اس نے پھر مال خریدنے کا ارادہ کیا تو سوچا کہ پھر بُہلول کی باتوں سے فال لی جائے ـــ وہ اس کے پاس آیا ـــ یہ اپنی ان دیوانی حرکتوں میں لگا ہوا تھا ـــ تاجر نے اسے بُلایا ـــ تو اپنے عَصَا پر سوار ہوکر ٹخ ٹخ کرتا آیا ـــ اس نے اس کی حالت دیکھ کر کہیں کہہ دیا ـــ

"او پاگل بُہلول ـــ ذرا یہ تو بتا کہ اِس بار میں تجارت کے لیے کون سا مال خریدوں"ـــ

بُہلول فوراً بولا ـــ "جا بھائی پیاز اور تربوز خرید لے"۔

"اس احمق نے بغیر سوچے سمجھے اپنا تمام سرمایہ پیاز اور تربوز خریدنے میں لگا دیا ـــ فصل کے دنوں میں تو ویسے ہی ان کی مانگ نہیں تھی ـــ کچھ دن ذخیرہ کیے ـــ تو وہ سڑ گئے اور اسے خسارہ اٹھانا پڑا ـــ وہ غصّے میں بھرا ہوا بُہلول کے پاس آیا اور بولا ـــ "او بُہلول ـــ تُو نے مجھے یہ کیسا مشورہ دیا تھا ـــ میرا سارا سرمایہ ڈوب گیا ہے ـــ حالانکہ پچھلی بار تیرے مشورے سے مجھے بہت منافع ہوا تھا"ـــ

بُہلول بولا ـــ "حضرت ـــ پہلے روز جب آپ نے مجھ

سے مشورہ مانگا تھا ــ تو جناب شیخ بُہلُول کہہ کر مجھے آواز دی تھی ــ گویا آپ نے مجھے دانشمند سمجھ کر میرے وقار کا خیال رکھا ــ میں نے بھی دانشمندی سے مشورہ دیا ــ لیکن دوسری بار آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کیا گوہر افشانی فرمائی تھی"ــ؟

"نہیں "ــ تاجر کو یاد نہیں تھا ــ

"آپ نے فرمایا تھا ــ او پاگل بُہلُول ــ !! چُونکہ آپ نے مجھے پاگل سمجھ کر مخاطب کیا تھا ــ اس لیے میں نے بھی آپ کو پاگل پن سے ہی مشورہ دیا تھا "ــ

"بہت خُوب ــ !!! ہارون محظوظ ہوا ــ "یہ تو ہوشمند دیوانہ ہے ــ اس کا کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا"ــ

"آپ کا فرمانا بجا ــ لیکن حُضور ــ اس کی اس دیوانگی نے اسے عوام سے بہت قریب کر دیا ہے ــ یہ مُفت میں ان کی مشکلیں حل کرتا ہے ــ ہر غریب کے ساتھ اُٹھ کر چل پڑتا ہے ــ اس پر ذرا احتیاط سے ہاتھ ڈالنا ہو گا" وزیر نے اظہارِ خیال کیا ــ

"ہوں ــ تو پھر تم ہی بتاؤ کہ اس پر کون سی فردِ جُرم عائد کی جائے کہ عوام میں کوئی ردِّ عمل نہ ہو"ــ ؟ ہارون نے پوچھا۔

"جان کی امان پاؤں ــ تو ایک تجویز پیش کروں"ــ

ایک مُشیر نے مُحتاط لہجے میں کہا۔
"اَمان ہے"۔۔۔ ہارون نے شاہانہ نخوت سے گویا اِحسان کیا۔
"اس پر اِلزام لگایا جاسکتا ہے کہ وہ انبیائے سَلَف کی توہین کرتا ہے۔۔۔ اس لیے اسلام سے خارج ہے اور واجبُ القَتل ہے"۔۔۔ اس نے بتایا۔
"کوئی ثبُوت"۔۔۔ ؟؟ ہارون نے رُعبِ شاہی سے کہا۔
"اس کا ثبُوت بھی موجود ہے اور گواہ بھی"۔۔۔ مُشیر بولا۔
"بیان کرو"۔۔۔ ہارون نے تحکّمانہ شان سے کہا۔
"کچھ لوگوں نے بُہلُول سے حضرت لُوط عَلَیۃِالسَّلام کے بارے میں پوچھا کہ وہ کِس قوم کے پیغمبر تھے؟۔۔۔ تو وہ کہنے لگا۔۔۔ کہ ان کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ اوباشوں اور عیّاشوں کے پیغمبر تھے۔۔۔ لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے تو پیغمبرِ خُدا کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔۔۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنی جان بچائی کہ میں نے پیغمبر کی شان میں تو گُستاخی نہیں کی۔۔۔ میں نے تو اُن کی قوم کی بات کی ہے۔۔۔ اس کی تائید قرآنِ پاک میں موجود ہے"۔۔۔

ہارون زیرِ لَب مُسکرایا۔۔۔ اور بولا۔۔۔ "نہیں۔۔۔ نہیں اُس پر یہ اِلزام ثابت نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ یہ دیوانہ بڑا حاضر

جواب ہے اور دوسروں کو لاجواب کرنے کا ہُنر خوب جانتا ہے۔"
"عالی جاہ ___ ایسا ویسا حاضر جواب ___ اس نے تو آپ کے وزیرِ مملکت کا ایسا ناطقہ بند کیا تھا کہ موصُوف بغلیں جھانکنے لگے تھے۔ حالانکہ وہ خُود کو بہت حاضر دماغ سمجھتے ہیں" ___ ایک مُشیر نے وزیرِ مملکت کا تذکرہ کیا۔ جو اس وقت محفل میں موجود نہیں تھا۔

"وہ قصّہ کیا ہے، بیان کیا جائے" ___ ہارون نے اجازت دی ___

"عالی جاہ ___ ہُوا یوں کہ ایک روز بُہلُول یہاں آیا تو اتفاقاً وزیرِ مملکت سے مُلاقات ہوگئی ___ انھوں نے مزاحاً بُہلُول سے کہا ___ "بُہلُول ___!! مُبارک ہو ___ ابھی ابھی حکم آیا ہے کہ خلیفہ نے تجھے کُتّوں، مُرغوں اور سُوروں کا امیر اور حاکم بنا دیا ہے" ___

بُہلُول نے ایک لمحہ توقُّف نہیں کیا اور بڑے رُعب سے بولا ___ "خبردار ___ اب ہمارے حُکم سے سرتابی کی جُرأت نہ کرنا۔ اس حُکم سے تو بھی میری رعیّت ہوگیا ہے" ___ اس نے یہ بات اتنی بے ساختگی سے کہی کہ وہاں موجود کوئی بھی اپنی ہنسی پر قابو نہیں پاسکا اور وزیرِ مملکت کو وہاں سے ٹلتے ہی بنی۔"

ہارون ہنسنے لگا ___ تو اس کے خوشگوار مزاج سے شہ پاکر

مُشیر کے کسی حاسِد نے موقع غنیمت جان کر کہا ــــ "عالی جاہ مُشیر صاحب نے وزیرِ مملکت کا واقعہ تو بیان کر دیا ــــ لیکن ذرا ان سے بھی تو پُوچھیے کہ پچھلے ہفتے حضرت بُہلُول نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے" ــــ ؟

ہارون نے اس کی جانب دیکھا ــــ "بولو ــــ کیا ہُوا تھا" ــــ ؟؟

وہ خفیف سا ہو گیا اور اس شخص پر قہر آلود نگاہ ڈال کر بولا ــــ "ظِلِّ اِلٰہی ــــ حاسِدوں کا کام دوسروں کو نیچا دکھانا ہے" ــــ

"تم نے وزیرِ مملکت کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا نشانہ تمھاری اپنی ذات بھی بن گئی ہے ــــ فوراً وہ قِصّہ بیان کرو" ــــ ہارون نے سرزنش کی۔

سرتابی کی مجال کس میں تھی ــــ وہ خجِل سا ہو کر اپنا قِصّہ آپ ہی کہنے لگا ــــ "عالی جاہ ــــ اس روز میں نے کھانے کے ساتھ پنیر بھی کھایا تھا ــــ شاید اس کا کوئی ریزہ میری ڈاڑھی میں بھی اٹکا رہ گیا ــــ لیکن مجھے اس کی خبر نہیں تھی ــــ شُومئی قسمت کہ بُہلُول اس طرف آ نکلا اور مجھ سے پُوچھنے لگا ــــ "مُشیر صاحب ــــ آج آپ نے ناشتے میں کیا تناوُل فرمایا ہے" ــــ ؟

میں نے ہنسی ہنسی میں کہہ دیا ــــ "میں نے کبوتر کھایا ہے" ــ ؟

تو وہ کہنے لگا ــــ "تب ہی اس کی بیٹ آپ کی ریش مبارک میں اٹکی ہوئی نظر آرہی ہے" ــــ

ہارون بے ساختہ ہنس پڑا ــــ "واللہ کیسا مسخرہ ہے یہ بہلول ــ کل اُسے دربار میں طلب کرو ــ ہم خود اس سے بات کریں گے" ــــ

۹

اگلے روز بہلول دربار میں حاضر تھا ــ ہارون اپنے زرنگار تخت پر شاہی لباس پہنے بڑی تمکنت سے بیٹھا ہوا تھا ــ بہلول اپنی بوسیدہ پاپوش اور پیوند لگی گدڑی کے ساتھ اُس کے حضور پیش کیا گیا ــ ہارون نے ایک قہر آلود نگاہ اُس پر ڈالی اور خشمگین لہجے میں بولا ــــ "بہلول ــ!!! تو بہت ہوشیار بنتا ہے ــــ لیکن ہمیں پتہ چلا ہے کہ تو حکومت کے باغی موسیٰؑ ابن جعفرؑ کے دوست داروں میں سے ہے ــ اُنھی کے حکم پر تو دیوانہ بنا ہوا ہے ــــ تاکہ عوام کو ان کی طرف متوجّہ کرکے ہماری حکومت کا تختہ اُلٹ دے ــــ تو سمجھتا ہے کہ پاگل ہونے کی وجہ سے تیری کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی ــ

لیکن یاد رکھ کہ حکومت تیری طرف سے غافل نہیں ہے ـــــ تیری سب سرگرمیوں کی خبر ہمیں برابر ملتی ہے "ـــ

بُہلُول نے مضحکہ خیز صورت بنائی ـــ "ظاہر ہے کہ تمھارے نمک حلال شکاری کُتّے صحیح اطلاع ہی لے کر آئے ہوں گے۔ تو اب خلیفہ مجھ سے کیسا سُلوک کریں گے "ـــ؟

بھرے دربار میں مذاق اُڑانے پر ہارون کو اور طیش آیا ـــ "تمھیں ایسا سبق سکھایا جائے گا کہ تم دوسروں کے لیے نمونۂ عبرت بن جاؤ گے "ـــ اس نے غصّے سے کہا اور اپنے غلام کو پکارا ـــ "مسرُور ـــ لے جاؤ اس گُستاخ کو ـــ اس کے کپڑے اُتار لو اور اس پر گدھے کا پالان ڈال دو ـــ اس کے مُنہ میں لگام دو ـــ اسے محل اور حرَم سرا میں پھراؤ اور اس کے بعد میرے سامنے اس کا سرِ پُر غرور اڑا دو "ـــ

دربار میں سناٹا چھا گیا ـــ درباری ہیبتِ شاہی سے کانپ گئے ـــ لیکن بُہلُول شانِ بے نیازی سے کھڑا مُسکراتا رہا ـــ مسرُور آگے بڑھا اور اس نے بُہلُول کی گُدڑی گھسیٹ کر پرے اُچھالی ـــ اس کا بوسیدہ لباس نوچ کر اس پہ گدھے کا پالان کس دیا ـــ اس کے منہ میں لگام دی اور اسے کھینچتا ہوا محل اور حرَم سرا کی طرف لے گیا۔

شاہی درباروں اور محل سراؤں میں انسانیت کی تذلیل

روز کا معمول ہے ــــ اِس لیے بُہلُول کی اس ہیئتِ کذائی پر کسی کو تعجّب نہیں ہوا ــــ محل اور حَرم سَرا کے مکین انسانیت کی اس توہین کو تماشے کی طرح دیکھتے رہے ــــ کسی نے سوچا کہ بُہلُول تو دیوانہ ہے ــــ اس لیے سزا کا مُستوجَب نہیں ــــ لیکن جان کے خوف نے زبانوں کو بند کر رکھا تھا ــــ کوئی کچھ نہ کہہ سکا ــــ

مسرُور اُس کی لگام کھینچتا اُسے دربار میں واپس لے آیا۔ اور ہارون کے سامنے ادب سے جُھک کر بولا ــــ "عالی جاہ! آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی ــــ کیا اس کی گردن اُڑا دی جائے"؟

ہارون نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ ناگاہ اس کا وزیر جعفر برمکی دربار میں داخل ہوا ــــ اس نے حیرت سے بُہلُول کی یہ حالت دیکھی اور بولا ــــ

بُہلُول ــــ خیریت تو ہے ــــ ایسا کیا قصُور ہوگیا ہے تم سے جو یہ حالت بنی ہے" ــــ؟

بُہلُول ہنسا ــــ "جناب عالی ــــ یہ تو کچھ بھی نہیں ــــ ابھی تو میری گردن بھی ماری جائے گی" ــــ

"مگر کس جرُم میں" ــــ؟ جعفر برمکی نے پُوچھا۔

"میں نے ایک سچّی بات کہہ دی تھی ــــ جس کے انعام میں خلیفہ نے مجھے یہ خلعتِ فاخرہ عطا کی ہے اور جامِ مرگ

یرا انتظار کر رہا ہے "۔۔۔
ہارون کو بے ساختہ ہنسی آگئی ۔۔۔ خلیفہ کو ہنستے دیکھ کر
درباری اور جعفر برمکی جو اپنی ہنسی ضبط کر رہے تھے ۔۔۔ وہ
بھی ہنس پڑے ۔۔۔ ہارون کا غُصّہ کافور ہو گیا اور اس نے
شاہی حکم جاری کیا ۔۔۔ " جیسی بُہلُول نے کہی ہے اسے ویسی
ہی خلعتِ فاخرہ عطا کی جائے "۔۔۔
" خلیفہ کے اس کرم کا شکریہ ۔۔۔ مجھے اپنی پیوند لگی گُدڑی
ہی غنیمت ہے "۔۔۔ بُہلُول نے اپنی گُدڑی شانے پہ ڈال لی۔
" بُہلُول کو درہم و دینار عطا کیے جائیں "۔۔۔ شاہی فرمان
جاری ہوا۔
" نہیں ۔۔۔ مجھے اہلِ جہنّم کی پیشانیوں اور پُشتوں پر لگنے
والی مُہروں کی ضرورت نہیں "۔۔۔ بُہلُول چلنے پر تیار ہو گیا۔
ہارون نے اسے روکا ۔۔۔ " بُہلُول ۔۔۔ اگر تم اس انعام و
اکرام کو اپنے استعمال میں نہیں لانا چاہتے تو غریبوں اور محتاجوں
میں بانٹ دینا ۔۔۔ ان کا بھلا ہو جائے گا "۔۔۔
بُہلُول رک گیا اور اس نے رقم کی تھیلیاں غلام سے
لے لیں ۔۔۔ چند قدم چلا اور رک گیا ۔۔۔ کچھ سوچنے لگا ۔۔۔ پھر آگے
بڑھا اور رک گیا ۔۔۔ پھر کچھ سوچا اور واپس پلٹ آیا ۔۔۔ اس
نے رقم کی تھیلیاں ہارون کے سامنے ڈھیر کر دیں ۔۔۔ اور بولا:

"ہارون ـــ میں نے بہت سوچا ہے کہ ان اشرفیوں کی سب سے زیادہ ضرورت کِس کو ہے ـــ لیکن مجھے تجھ سے زیادہ مُستحِق کوئی اَور نظر نہیں آیا ـــ تجھ سے زیادہ نادار اور ضرورتمند شاید اور کوئی نہیں ـــ کیونکہ میں روز دیکھتا ہوں کہ تیرے کارندے ہر جگہ لوگوں کو کوڑے مار مار کر ان سے ٹیکس وصول کرتے ہیں ـــ تاکہ تیرے خزانے پُر ہوں ـــ سارے شہر میں سب سے بڑا ضرورت مند تو تُو خود ہے ـــ اس لیے یہ رقم تُو ہی رکھ لے" ـــ

خلیفہ دم بخوُد رہ گیا ـــ اہلِ دربار سناٹے میں آ گئے ـــ بُہلول کے انجام کا سوچ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ـــ لیکن بُہلول اطمینان سے چل کھڑا ہوا ـــ

"روکو ـــ !!! روکو اس دیوانے کو روکو" ـــ اچانک خلیفہ ہارون کی آواز گونجی ـــ

اہلِ دربار اِس تصوّر سے ہی کانپ گئے کہ اب بُہلول کا عتابِ شاہی سے بچنا محال ہے ـــ

دو غلام تیزی سے آگے بڑھے اور بُہلول کو گھسیٹ کر ہارون کے سامنے لے آئے ـــ

ہارون کی آنکھیں نم تھیں اور پشیمانی نے اس کی آواز کو پست کر دیا تھا ـــ وہ گہری سانس لے کر بولا ـــ "بُہلول ـــ

تیری دیوانگی ہم جیسے ہوش مندوں کے لیے ایک نعمت ہے۔ تیری اس بات نے میرے دل کو نرم کردیا ہے ___ میرا جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کچھ پندو نصیحت کی فرمائش کروں"___

غلاموں نے فوراً ہی بُہلول کو چھوڑ دیا ___ وہ اپنی مخصوص شان بے نیازی سے گویا ہوا ___ "ہارون ___ پچھلے خلیفوں کے محلوں اور ان قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر ___ تو خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ عرصۂ دراز تک ان محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہے ___ اور اب قبروں میں پڑے پچھتاتے اور افسوس کرتے ہیں کہ کاش ___ انھوں نے اپنی آخرت کے لیے کچھ نیک اعمال اپنے ساتھ لے لیے ہوتے۔ مگر اب انھیں اس پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا ___ ہم سب بھی جلد یا بدیر اسی انجام کو پہنچنے والے ہیں ___ جب یہ شاہی رُعب و دَبدَبہ اور شان و شوکت کوئی کام نہیں دے گی"___

ہارون پر کپکپی سی طاری ہوگئی ___ مُتأسّف لہجے میں بولا ___ "بُہلول کچھ ایسے اعمال بتا جن کے بجالانے سے اللہ مجھ سے خوش ہوجائے"___

"اس کی مخلوق کو خوش کر ___ وہ تجھ سے راضی ہوجائے گا"___ بُہلول نے جواب دیا ___

"اب اِس کی تدبیر بھی بتادو کہ خَلقِ خُدا کو کس طرح خوش

رکھا جا سکتا ہے" ــــ ہارون نے پوچھا ــــ
"عَدل و اِنصاف میں سب کو برابر کا درجہ دو ــــ جو اپنے لیے مُناسِب نہیں سمجھتے ــــ دُوسروں کو بھی اُس کا مستحق نہ سمجھو ــــ مظلُوم کی فریاد توجّہ سے سُنو اور اِنصاف سے فیصلہ کرو" ــــ بُہلُول نے بُردباری سے کہا ــــ
"آفرین صد آفرین. بُہلُول ــــ مَرحَبا ــــ!!! تم نے کیسی حق بات کہی ہے ــــ مَرحَبا ــــ!!! ہارون نے توصیفی لہجے میں کہا ــــ اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے درباریوں نے بھی نعرہَ ہائے تحسین بلند کیے ــــ
ہارون نے حُکمِ شاہی جاری کیا ــــ "حُکم دیا جاتا ہے کہ شاہی خزانے سے بُہلُول کے تمام قرض ادا کر دیے جائیں"
"ہارون قرض سے بھی کبھی قرض ادا ہوا ہے" ــــ بُہلُول نے اسے مُخاطب کر کے کہا ــــ "شاہی خزانے میں جو کچھُ ہے ــــ وہ عوام کا مال ہے اور خلیفہ پر قرض ہے ــــ تمھارے لیے یہی مُناسِب ہے کہ عوام کا قرض انھیں لوٹا دو ــــ مجھے تمھارا یہ اِحسان نہیں چاہیے" ــــ
"تو پھر. بُہلُول کوئی تو خواہش کرو ــــ میں دل سے چاہتا ہوں کہ تمھاری کوئی آرزو پوری کروں" ــــ ہارون نے زور دے کر کہا ــــ

"تو پھر میری خواہش اور آرزو یہی ہے کہ میری نصیحتوں پر عمل کرو ــــ لیکن افسوس کہ دنیا کی شان و شوکت اور اقتدار کا نشہ بہت جلد میری ان نصیحتوں کو فراموش کرادے گا" ــــ یہ کہتا ہوا وہ دربار سے باہر نکل گیا ــــ ہارون اور اہلِ دربار جُھکے ہوئے سروں کے ساتھ خاموش بیٹھے رہ گئے۔

۱۰

بُہلُول اپنے ویران کھنڈر میں واپس آیا۔ تو دیکھا اس میں قدموں کے نشان ہیں ــ یوں معلوم ہوتا تھا ــ جیسے کوئی یہاں آیا ہے ــ اس نے فوراً ایک خاص جگہ پر دیکھا۔ تازہ کھُدی ہوئی مٹی جس کو ہموار کیا گیا تھا ــ بتا رہی تھی کہ اس کا اندیشہ درست تھا ــــ اس نے اپنی چھڑی سے مٹی کو ہٹایا ــ اس کی جمع شدہ رقم غائب تھی ــــ

بُہلُول کچھ رقم کسی ہنگامی ضرورت کے لیے مٹی میں چُھپاکر رکھتا تھا ــــ غالباً کِسی نے اسے رقم چُھپاتے ہوئے تاڑ لیا تھا ــــ اس نے اپنی گُدڑی اُٹھائی اور چل پڑا ــ اور نزدیک ہی واقع موچی کی دوکان پر پہنچا ــــ اور بڑی خوش طبعی سے اُسے سلام کیا۔

"آؤ ــ آؤ بُہلُول ــ!!! کیسے آنا ہوا" ــ؟ موچی نے

خُوشی سے پوچھا۔

"میں نے سوچا کہ تم سے مِل آؤں — پھر تم سے ایک کام بھی ہے" — بُہلُول نے کہا۔

"کیسا کام" — ؟؟ موچی نے پوچھا۔

"تم ایک اچھّے انسان ہو — مجھ جیسے دیوانے کے ساتھ بھی خُوش اَخلاقی سے پیش آتے ہو — میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہتا ہوں" — بُہلُول نے کہا۔

"یہ تمھاری مہربانی ہے کہ تم ایسا سمجھتے ہو" — موچی نے خُوش ہوکر کہا۔

بُہلُول ذرا قریب ہوا اور بولا — "تم تو جانتے ہو کہ میں ویرانوں، کھنڈروں اور خالی مکانوں ہی میں رہتا ہوں میں جہاں بھی رہا — وہاں تھوڑی بہت رقم اپنے بُرے وقت کے لیے بچاکر زمین میں دفن کردی — تم ذرا حساب لگاکر مجھے بتادو کہ یہ رقم کُل کتنی ہو رہی ہے" —

"ہاں — ہاں کیوں نہیں — تم بتاؤ — میں حساب کردیتا ہوں" — موچی نے فراخ دِلی سے کہا۔

"خُدا تمھارا بھلا کرے — شہر کے مشرقی گوشے میں جو کھنڈر ہے — وہاں میں نے شاید سو سکّے دبا رکھے ہیں — قبرستان میں تقریباً ڈھائی سو سکّے ہوں گے اور ایک مکان

کے صحن میں تو پورے پانچ سو ہیں ۔۔ ہاں یاد آیا نہر کے کنارے بھی پچاس سکّے دفن ہیں ۔۔ تو یہ سب ملا کر کُل کتنے ہوئے؟" بُہلُول نے پوچھا۔

"اگر یہ سکّے سونے کے ہیں تو ان کی مالیت دو ہزار کے لگ بھگ ضرور ہے" ۔۔ موچی نے حساب لگا کر بتایا۔

بُہلُول کچھ دیر سوچتا رہا پھر سر اُٹھا کر بولا ۔۔ "یار ۔۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سب جگہوں سے وہ تمام سکّے نکال لاؤں اور اس ویرانے میں چُھپا دوں ۔۔ یہاں آمد و رفت کم ہے ۔۔ میرا خیال ہے یہ جگہ زیادہ محفوظ ہے" ۔۔

یہ تو بہت اچّھا خیال ہے ۔۔ تمام رقم ایک جگہ رکھو تاکہ جب ضرورت پڑے تو نکالنے میں آسانی ہو" ۔۔ موچی نے دِل ہی دِل میں خُوش ہوتے ہوئے مشورہ دیا۔

بُہلُول اپنی چھڑی کے سہارے اُٹھا ۔۔ "اچّھا تو بھائی میں چلتا ہوں ۔۔ آج ہی یہ کام کرلوں تو اچّھا ہے ۔۔ سارے سکّے نکال کر لے آؤں اور یہاں گاڑ دوں ۔۔ میرے لیے دُعا کرنا۔"

"ہاں ۔۔ جاؤ ۔۔ اللہ تمھارا نگہبان ہو" ۔۔ موچی نے اسے اَلوَدَاع کہا۔

وہ چلا گیا ۔۔ تو موچی نے سوچا کہ اس نے بُہلُول کے جو سکّے زمین کھود کر چُرائے تھے ۔۔ انھیں واپس رکھ آئے تاکہ جب

بہلول اپنے باقی سکے لے کر آئے تو اسے شک نہ ہو۔۔ اور وہ اپنی باقی دولت بھی یہاں گاڑ دے۔۔ اس کے بعد وہ موقع دیکھ کر ساری رقم نکال لے گا۔

وہ جلدی سے گیا اور اسی جگہ بہلول کی رقم دبا کر واپس آگیا۔۔ بہلول کہیں شام کو واپس آیا۔۔ اس نے مٹی ہٹا کر اپنی رقم نکال لی اور وہ ویرانہ چھوڑ کر چلا آیا۔۔ موچی بچارہ اس کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔

وہ اپنی رقم نکال کر اس ویرانے سے نکلا اور کوئی دوسرا ٹھکانہ تلاش کرنے لگا۔۔ اتفاقاً اسے ایک شکستہ مکان نظر آیا۔۔ جو خالی پڑا تھا۔۔ تمام شہر جانتا تھا کہ وہ ویرانوں سے مانوس ہے۔۔ اور ایسی ہی جگھوں پر رہتا ہے۔۔ اس لیے عموماً کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا۔۔ اس کی بے سرو سامانی ہی اس کا اثاثہ تھی۔۔ اس نے اس شکستہ مکان کا ایک گوشہ صاف کیا اور وہیں ڈیرا جمالیا۔

ابھی اسے وہاں بسیرا کیے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹے ہوئے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔۔ اس نے سلام کیا اور بولا۔۔ "واہ۔۔ واہ۔۔!! بہت خوب۔۔! یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ بہلول جیسا نامور شخص میرا نیا کرایہ دار ہے۔"

بُہلُول سیدھا ہو بیٹھا ـــــ "مجھے بھی اس عالیشان مکان کے مالک سے مِل کر بے حد خُوشی ہوئی ہے"

"مجھے امید ہے کہ آپ اس ماہ کا کرایہ ادا کردیں گے"۔ مالکِ مکان نے کہا۔

بُہلُول نے مکان کی لرزتی ہوئی چھت اور شکستہ دیواروں کی جانب اشارہ کیا ـــــ "جناب نے اپنے اس شاندار محل کی حالت مُلاحظہ فرمائی ہے کہ ذراسی ہَوا چلے تو اس کی چھت اور دیواریں بولنے لگتی ہیں" ـــــ

بے شک ـــــ! بے شک ـــــ! آپ دُرست فرماتے ہیں۔ آپ جیسا بزرگ یہ بھی جانتا ہو گا کہ تمام موجوداتِ عالَم خُدا کی حَمد وثنا کرتے ہیں۔ یہ جو آواز آپ سُنتے ہیں یہ اس مکان کے تسبیح کرنے کی صَدا ہے" وہ بولا۔

بُہلُول نے اپنا عصا سنبھالا اور فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا ـــــ "حضرت! آپ جیسے دانشمند انسان کو یہ تو معلوم ہو گا کہ مَوجُودات حَمد وثنا اور تسبیح وتہلیل کے بعد سجدہ بھی کرتے ہیں اور میں آپ کے اِس مکان کے سجدہ کرنے سے پہلے ہی یہاں سے رخصت ہوجانا چاہتا ہوں" ـــــ اس نے گُدڑی سنبھالی اور مکان سے باہر نکل آیا۔

۱۱

ہارون نے اپنی سی بہت کوشش کی کہ کسی طرح بُہلُول پر گرفت کی جا سکے ـــ لیکن اس کی حاضر دماغی، اس کی پُرحِکمت گفتگو اور عوام کے ساتھ اس کی قربت نے اسے اس کا موقع نہیں دیا ـــ وہ اپنے جاسُوسوں کو اس کے پیچھے لگائے رکھتا تاکہ اس کی سرگرمیوں سے باخبر رہے ـــ کسی وقت سختی سے اس کی باز پُرس کرتا ـــ لیکن اکثر مشکل موقعوں پر بُہلُول ہی کام آتا۔

ایک بار ایک سیّاح بغداد میں آیا۔ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ مُلکوں مُلکوں گھُوما تھا ـــ جب وہ ہارون کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے خلیفہ کے وزیروں اور دانِش وروں سے کچھ سُوالات کیے لیکن کوئی بھی ان کا جواب نہ دے سکا ـــ ہارون اپنے مُقرّبین کی نالائقی پر بہت شرمندہ ہوا ـــ سیّاح رُخصت ہوا تو وہ اپنے وزیروں اور مُشیروں پر برس پڑا ـــ "تم سب لوگ میرے لیے باعثِ ننگ و عار ہو ـــ آج اِس سیّاح نے تمھیں کیسا عاجز کیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے تم اس کے مقابلے میں طِفلِ مکتب ہو۔"

درباریوں کے سر شرم سے جُھک گئے ۔ان کے پاس اپنی

صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا ــــ عتابِ شاہی اور جوش میں آیا ــــ "کل اس سیّاح کو دربار میں طلب کیا جائیگا اگر تم لوگ اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو تمھاری سب جائداد اور مال و دولت اس کے حوالے کردیا جائے گا"

ہارون نے دربار برخاست کیا ــــ درباریوں میں کھلبلی مچ گئی ان کی پریشانی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا ــــ وہ سب ایک جگہ جمع ہوکر سوچنے لگے کہ بادشاہ کے عتاب سے کیوں کر بچا جاسکتا ہے ــــ آخر ایک شخص کو اچانک یاد آیا اور وہ خوشی سے بولا ــــ دوستو ــــ! اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ہمارے پاس بہلول جو موجود ہے ــــ مجھے یقین ہے کہ وہ سیّاح کو لاجواب کردے گا۔ اور اس کے سب سوالوں کے جوابات ٹھیک دے گا"۔

باقی سب لوگوں کی بھی جان میں جان آئی ــــ اور وہ سب مل کر بہلول کے پاس پہنچے ــــ اسے تمام ماجرا سنایا ــــ تو اس نے انھیں تسلّی دی کہ وہ اگلے دن دربار میں پہنچ کر سیّاح کے سوالوں کے جوابات ضرور دے گا" ــــ

اگلے روز دربار آراستہ ہوا ــــ وزیر، امیر، مُشیر زرّیں کُرسیوں پر بیٹھے ــــ ہارون اپنے زرنگار تخت پر متمکّن ہوا۔ سیّاح کو بھی ایک کُرسی پیش کی گئی ــــ ہارون نے اہلِ دربار پر نگاہ ڈالی اور بولا ــــ "تم میں سے کون اس معزّز سیّاح

کے سوالوں کا جواب دے گا"۔۔۔؟

اہلِ دربار نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دُوسرے کی طرف دیکھا کہ بُہلُول کا نام کِس طرح لیں۔ کہیں اس کا نام ہارون کو ناگوار نہ گزرے۔ کہ اسی وقت بُہلُول کی آواز گونجی۔

"یہ دیوانہ حاضِر ہے ۔۔۔ اہلِ دربار کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں"۔۔۔ وہ اپنی لاٹھی پٹکتا۔ گُدڑی شانے پہ ڈالے داخلِ دربار ہُوا اور سیّاح کے قریب جا بیٹھا۔

ہارون کچھ ہچکچایا ۔۔۔ لیکن پہلو میں بیٹھے ہوئے وزیر نے اس کے کان میں کچھ کہہ دیا۔ جس سے اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نظر آئی ۔۔۔ سیّاح نے بُہلُول کی ہیئتِ کذائی کی طرف دیکھا اور قدرے تعجّب سے بولا ۔۔۔ "کیا میں آپ سے سوالات کروں"۔۔۔؟

"بسَروچشم"۔۔۔ !!! بُہلُول نے مُستعِدّی سے جواب دیا۔

وہ سیّاح اٹھا اور اپنی چھڑی سے زمین پر ایک دائرہ کھینچ دیا۔

بُہلُول نے فوراً ہی اٹھ کر اپنے عصا سے اس دائرے کے درمیان میں ایک لکیر کھینچ کر اسے دو حصوں میں بانٹ دیا۔

سیّاح کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور اس نے ایک اور دائرہ کھینچ دیا۔ بُہلُول نے اِس مرتبہ دائرے کو چار حصّوں میں بانٹا

اور ایک حصّے پر چھڑی رکھ کر کھٹکھٹائی ۔ سیّاح نے قدرے حیرت سے اس کی جانب دیکھا اور زمین پر اپنا ہاتھ اُلٹی طرف رکھ کر انگلیاں آسمان کی طرف اُٹھا دیں ۔۔۔ بُہلول نے اُٹھ کر اپنا ہاتھ زمین پر اس طرح رکھا کہ اس کے ہاتھ کی پُشت اُوپر تھی ۔

سیّاح اپنی نشست پر آبیٹھا اور توصیفی لہجے میں بولا :

"مَرحَبا ۔۔۔ ! آفریں ۔۔۔ !!! عالی جاہ میں آپ کو مُبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کے یہاں ایسا دانشمند اور عالِم موجود ہے جس پر فخر کیا جاسکتا ہے ۔۔۔ ایسے شخص کی قدر کی جانی چاہیے ۔۔۔"

"کیا بُہلول نے تمھارے سب سوالوں کے جوابات ٹھیک ٹھیک دیئے ہیں" ۔۔۔ ہارون نے پوچھا ۔

"یقیناً ۔۔۔ اس نے کِسی بہت عظیم درسگاہ سے تعلیم حاصل کی ہے ۔ جو اس کے پاس اتنا عِلم ہے کہ یہ میرے اشارے فوراً سمجھ گیا ہے" ۔۔۔ سیّاح بولا ۔

بُہلول مسکرایا ۔۔۔ اس عظیم درسگاہ کا نام مت پوچھنا کیونکہ اسے سب جانتے ہیں "۔۔۔

بُہلول کا اشارہ سب سمجھ رہے تھے ۔ لیکن سیّاح کچھ نہیں سمجھا اور چاہتا تھا کہ کوئی سوال کرے کہ ہارون نے فوراً پوچھ لیا ۔۔۔ "اگر تم ان اشاروں کو ذرا کھول کر بیان کرو تو اہلِ دربار بھی محظوظ ہوسکیں گے اور سیکھ بھی لیں گے "۔۔۔

سیّاح بولا ـــــ "آپ نے دیکھا کہ میں نے زمین پر دائرہ کھینچا تھا ـ میرا مقصد زمین کا کُرّہ دکھانا تھا ـ آپ کا عالِم فوراً سمجھ گیا اور اس نے دائرے کے دو برابر حصّے کر کے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ وہ زمین کے گول ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اس کے اَسرار و رُموز سے بھی واقف ہے ـــ اس نے اس لکیر سے خطِّ اِستواء کو دکھایا جس سے زمین شمالی اور جُنوبی کُرّے میں بٹ گئی۔

پھر آپ نے دیکھا کہ میں نے ایک اور دائرہ کھینچا ـــ آپ کے عالِم نے اس کے چار حصّے کر کے مجھے سمجھا دیا کہ زمین میں تین حصّے پانی اور ایک حصّہ خشکی ہے ـــ اور جب میں نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے زمین پر اُگنے والی نباتات کی طرف اشارہ کیا تو اس نے بارش اور سورج کی نِشاندہی کی جو نباتات کی بالیدگی اور نشو ونُما کا ذریعہ ہیں ـــ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آپ کو ایسے دانِشمند پر فخر کرنا چاہیے" ـــ

۱۲

ہارون کو اندازہ ہوگیا تھا کہ بُہلُول ایک بے ضرر اور مُفید انسان ہے ـ اس کی شگفتہ باتوں کی حِکمت تفنُّنِ طبع کا ذریعہ بھی بنتی تھی ـ وہ بغداد شہر کا ایک پسندیدہ اور ہر دلعزیز کردار تھا ـ جب بھی ہارون اس کے ساتھ سختی کرنا چاہتا ـ اس کی

شوخی میں چھپی ہوئی دانشمندی اسے صاف بچا لے جاتی بُہلُول کی تمام زندگی اِسی آنکھ مچولی میں گزری ـــ ہارون کوشش کرتا رہا کہ اُسے کسی طرح پھانس لے یا اس کا قصّہ ہی تمام کردے۔

مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے ـــ بُہلُول اپنی دیوانگی کالبادہ اوڑھے اس کے اور اس کے وزیروں کے سامنے کھڑا انھیں آئینہ دکھاتا رہا ـــ وہ اپنے پاگل پن کی آڑ میں نہ صرف اپنی جان بچاتا رہا ـــ بلکہ انھیں عِلم وحِکمت کی تعلیم بھی دیتا رہا اور اپنے جُنون کا سہارا لے کر عوام کی مشکلیں حل کرتا رہا۔

ایک مرتبہ خُراسان کا ایک مشہور فقیہ بغداد آیا۔ ہارون کو بھی اس سے مُلاقات کا اِشتِیاق ہوا۔ اس نے اسے دربار میں بُلایا۔ گرمجوشی سے اس کا خیر مَقدَم کیا اور بڑی قدرومنزلت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ فَقِیہ اِس عزّت اَفزائی پر پھولے نہیں سمارہا تھا اور ہارون پر اپنے عِلم کی دَھاک بٹھانے کی کوشش کررہا تھا کہ اچانک بُہلُول کہیں سے پھرتا پھراتا دربار میں آنکلا۔

اس نے سلام کیا ـــ ہارون نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ فَقِیہ نے اس کا معمولی لباس، بوسیدہ گُدڑی اور دھُول میں اَٹی ہوئی جُوتیاں دیکھیں اور قدرے حیرت سے بولا ـــ "آپ بہت مہربان اور فراخ دل ہیں کہ معمولی لوگوں کو بھی اپنے دربار میں جگہ

دیتے ہیں"۔۔۔

بہلول اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنا عصا کھٹکھٹاتا اُس کے قریب پہنچا اور بولا ۔۔۔ "قبلہ۔۔۔ گستاخی مُعاف آپ اپنے ناقص علم پر کیوں اِس قدر مغرور ہیں۔۔۔ آپ میری ظاہری حالت کا خیال نہ کیجیے اور میرے ساتھ عِلمی مُباحثہ کرنے کے لیے تیار ہوجائیے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ تو کچھ بھی نہیں جانتے"۔۔۔

فقیہ نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی ۔۔۔ "میں نے سُنا ہے کہ تُو پاگل ہے اور میں پاگلوں سے مباحثہ نہیں کیا کرتا"۔

میں نے کب کہا کہ میں پاگل نہیں ہوں ۔۔۔ میں تو اپنے پاگل پن کا خود اقرار کرتا ہوں ۔۔۔ مگر آپ ہیں کہ آپ کو اپنی کم علمی کا کچھ پتہ ہی نہیں"۔۔۔ بہلول نے مزے سے کہا۔

ہارون نے قہر آلود نگاہوں سے بہلول کی طرف دیکھا ۔۔۔ "بہلول خاموش رہو ۔۔۔ تمھیں معلوم نہیں کہ یہ خُراسان کے نامور فقیہ ہیں"۔۔۔

"اِسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجھ سے عِلمی مُباحثہ کریں" بہلول نے اطمینان سے کہا۔

ہارون بھی عِلمی مُباحثوں اور مُناظروں کا شائق تھا۔ وہ اس فقیہ سے بولا ۔۔۔ "کیا مُضائقہ ہے ۔۔۔ تمھیں بہلول کی دعوت قبول کرلینی چاہیے"۔۔۔

"تو پھر میری ایک شرط ہوگی" — فقیہ بولا۔
"اجازت ہے — تم جیسی چاہو شرائط طے کرلو" — ہارون نے اجازت دی۔

فقیہ بولا — "میری شرط یہ ہے کہ میں بہلول سے ایک معمہ پوچھوں گا — اگر اس نے درست جواب دے دیا — تو اسے ایک ہزار اشرفیاں دوں گا اور اگر یہ ناکام رہا — تو مجھے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا پابند ہوگا" —

بہلول مسکرایا — "ہم فقیروں کے پاس مالِ دُنیا کہاں؟ ہاں میں خود کو آپ کے سپرد کر سکتا ہوں کہ آپ ایک غلام کی طرح مجھ سے کام لیں اور اپنی ایک ہزار اشرفی پوری کرلیں اور اگر میں ایک ہزار اشرفی جیت گیا — تو وہ تو ناداروں اور محتاجوں کا حصّہ ہے ہی — کہ امیرُالمومنین علی مُرتضیٰ فرماتے ہیں کہ "جہاں بھی دولت ضرورت سے زیادہ ہے — وہاں یقیناً کسی حق دار کا حق ضائع ہو رہا ہے" —

"مجھے منظور ہے — اور کیا تم تیار ہو کہ میرا معمّہ حل کرو" فقیہ نے کہا۔

"بسر و چشم" —!!! بہلول نے جواب دیا۔

"عالی جاہ — آپ کی بھی اجازت ہے" — ؟ فقیہ نے ہارون سے پُوچھا۔

"اجازت ہے" — ہارون نے شاہانہ تمکنت سے کہا۔
فقیہہ نے اپنا معمہ پیش کیا — "ایک گھر میں ایک عورت اپنے شرعی شوہر کے ساتھ بیٹھی ہے — اسی گھر میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا روزے سے ہے — اچانک دروازے پر دستک ہوتی ہے اور ایک ایسا شخص اندر داخل ہوا جس کے آجانے سے شوہر اور بیوی ایک دُوسرے پر حرام ہو گئے — نماز پڑھنے والے کی نماز باطل ہو گئی اور روزہ دار کا روزہ بھی باطل ہو گیا — کیا تم بتا سکتے ہو کہ باہر سے آنے والا شخص کون ہے" — ؟
دربار میں سناٹا چھا گیا — لوگ ایک دُوسرے کا مُنہ تکنے لگے — بُہلول نے برجستہ کہا — "گھر میں داخل ہونے والا شخص اس عورت کا پہلا شوہر ہے — جو سفر پر گیا ہوا تھا — جس کے بارے میں یہ خبر ملی تھی کہ دورانِ سفر انتقال کر گیا ہے — اس عورت نے حاکمِ شرع کی اِجازت سے اسی مرد سے عقد کر لیا تھا جو اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا — انھوں نے دو اشخاص کو اُجرت دی تھی کہ وہ مرحُوم شوہر کی قضا نمازیں ادا کریں اور روزے رکھیں — اِسی اثنا میں پہلا شوہر سفر سے واپس آ گیا — کیونکہ اس کی موت کی خبر غلط تھی — چنانچہ اس کے آتے ہی دُوسرا شوہر اس عورت پر حرام ہو گیا — ان دونوں اشخاص کی نماز اور

روزہ باطل ہوگئے ۔ جو شوہر کو مُردہ سمجھ کر اس کے لیے پڑھی اور رکھے جارہے تھے"۔

"مَرحبا ۔ ! مَرحبا ۔ !!! بہت خوب ۔ بُہلول بعض اوقات تو تمہاری دیوانگی فرزانوں کو بھی مات دیتی ہے"۔ ہارون نے ستائش کی ۔

باقی وزیر اور امیر بھی دادِ تحسین دینے لگے ۔ شور کچھ کم ہوا ۔ تو بُہلول کہنے لگا ۔ "کیا عالی جاہ کی اجازت ہے کہ میں بھی حضرت فقیہ سے ایک سوال کروں"۔

"اجازت ہے"۔ ہارون نے کہا۔

"کیا آپ تیار ہیں"۔ ؟ بُہلول نے پوچھا۔

"ضرور پوچھو"۔ ! فقیہ نے نخوت سے کہا ۔

"فرض کریں کہ ہمارے پاس ایک مٹکا شیرہ اور ایک مٹکا سرکہ موجود ہے ۔ ہم اس سے سکنجبین تیار کرنے کے لیے ایک پیالہ سرکہ اور ایک پیالہ شیرہ مٹکوں میں سے نکالتے ہیں اور دونوں کو کسی برتن میں ملا دیتے ہیں ۔ اس وقت پتہ چلتا ہے کہ اس میں تو ایک چوہا مرا پڑا ہے ۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ مرا ہوا چوہا سرکے کے مٹکے میں تھا یا شیرے کے مٹکے میں"۔ ؟ ؟

ہارون محظوظ ہوا ۔ اہلِ دربار بھی مسکرائے ۔ سب

کی نگاہیں فقیہ پر لگی ہوئی تھیں ــــ کہ وہ اس معمے کو کس طرح حل کرتا ہے ــــ وہ گہری سوچ میں مُستغرق ہوگیا اور بہت دیر تک ایک لفظ بھی نہ بول سکا ــــ

ہارون اِتنا انتظار نہ کرسکا اور بولا ــــ "بہلول نے تمھارا مُعَمّہ حل کرنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگایا ــــ تمھیں بھی اس کے سوال کا جواب اِسی طرح دینا چاہیے" ــــ

فِقیہ نادم سا ہوگیا ــــ اس کی نگاہیں جُھک گئیں ــــ اسے اپنی کم عِلمی کا اعتراف کرنا ہی پڑا ــــ

"عالی جاہ ــــ! میں یہ مُعَمَّہ حل نہیں کرسکتا" ــــ اس کی پیشانی عرق آلود تھی ۔

ہارون نے بُہلُول کی طرف دیکھا ــــ "بُہلُول ــــ بہتر یہی ہے کہ تم خُود اس مُعَمّے کو حل کردو" ــــ

بُہلُول مسکرایا ــــ "کیا حضرت فِقیہ اب بھی اپنی ناسمجھی کے قائل ہوتے ہیں یا نہیں" ــــ؟

فِقیہ بولا ــــ "بُہلُول تم نے مجھے اِحساس دلادیا ہے کہ عِلم کی کوئی حد نہیں ــــ کسی کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اسے کم تر خیال نہیں کرنا چاہیے" ــــ

"تو سُنیے جناب کہ ہمیں چاہیے کہ اس چوہے کو سکنجبین سے نکال کر اچھی طرح دھولیں ــــ پھر اس کا پیٹ چاک کریں ــــ اگر اس کے

پیٹ میں سرکہ ہوا — تو سمجھیں کہ وہ سرکے کے مٹکے میں تھا — اگر شیرہ ہوا — تو پھر اس نے شیرے میں ڈبکی لگا کر جان دی ہے — لہذا جو کچھ بھی اس کے پیٹ میں ہوا — اس شے کے مٹکے کو ضائع کر دینا چاہیے" —

اہلِ دربار عش عش کر اٹھے — ہارون بہت محظوظ ہوا۔ اس نے بہلول کو آفرین کہی — فقیہ نے سر جھکایا اور ایک ہزار اشرفی اس کے سامنے ڈھیر کر دیں — بہلول نے تمام اشرفیاں سمیٹ کر اپنی جھولی میں ڈالیں اور محل سے باہر نکلتے ہی انہیں ضرورت مندوں میں بانٹنے لگا — جب وہ اپنے بسیرے پر پہنچا تو اس کی جھولی خالی تھی۔

چند دن نہیں گزرے تھے کہ ہارون نے بہلول کو طلب کیا۔ وہ اس کے محل میں پہنچا — تو دیکھا کہ وہ شراب کے نشے میں مخمور دجلہ کے کنارے اپنے شاندار محل کے جھروکے میں بیٹھا شور مچاتی لہروں کا تماشا دیکھنے میں محو ہے — بہلول کو دیکھتے ہی وہ نشے کی ترنگ میں بولا — "بہلول — اس روز تو تُو نے اس بچارے فقیہ کا ناطقہ بند کر دیا تھا — اتفاقاً تیرا داؤ لگ گیا تھا اور وہ احمق بھی نرا گاؤدی نکلا — مگر آج میں تجھے عاجز کر کے رہوں گا — اور اس جھروکے میں سے تجھے دجلہ میں پھکوا دوں گا

اور تُو اسی طرح دجلہ کی موجوں میں غوطے کھائے گا جس طرح تیرے مُعَمّے میں چوہا شیرے اور سِرکے کے مٹکے میں ڈبکیاں لگاتا رہا تھا۔"

"اور اگر میں نے مُعَمّہ بُوجھ لیا تو" ـــ بُہلُول نے کہا۔

"تو پھر ایک ہزار اشرفیاں اِنعام میں ملیں گی" ـــ اس نے بڑی شان سے کہا۔

"جنابِ عالی ـــ مجھے اشرفیوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں میری ایک اور شرط ہے اگر وہ منظور ہو ـــ تو کوئی بات بھی ہے" ـــ بُہلُول بولا ـــ

"بیان کرو" ـــ ہارون نے حُکم دیا ـــ

"اگر میں نے مُعَمّے کا صحیح جواب دیا ـــ تو اس کے بدلے میں سو قیدیوں کو رہا کرنا ہوگا ـــ مگر وہ جن کے نام میں بتاؤں گا" ـــ بُہلُول نے اپنی شرط پیش کی۔

ہارون ہنسا ـــ "یہ بات تو بعد کی ہے ـــ مگر مجھے منظور ہے ـــ پہلے تم مُعَمّہ تو بُوجھ لو ـــ دیکھو ـــ تمھیں غوطے دلانے کے لیے دجلہ کی موجیں کِتنی بے قرار ہیں" ـــ

"موجوں کی بے قراری کی زبان تو وہی سمجھ سکتے ہیں ـــ جو دریاؤں کا رُخ موڑ دینے کی طاقت رکھتے ہیں ـــ آپ اپنا مُعَمّہ پُوچھیں" ـــ بُہلُول نے کڑے لہجے میں کہا ـــ

ہارون گویا ہوا ـــ "تو سُنو ـــ اگر کسی شخص کے پاس

ایک بکری، ایک بھیڑیا اور گھاس کا گٹھا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دریا پار کرے ــــ تو اُسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ نہ بکری گھاس کو کھائے اور نہ بھیڑیا بکری کو"ــــ

بُہلُول نے ایک لمحہ نہیں سوچا اور برجستہ کہا ــــ" اس شخص کو چاہیے کہ بھیڑیے اور گھاس کو کنارے پر چھوڑے اور بکری کو دریا کے پار لے جائے ــــ پھر وہ واپس آکر گھاس لے جائے اور گھاس کو تو اس کنارے پر چھوڑ دے ــــ لیکن بکری کو واپس لے آئے ــــ اب بکری کو تو اس کنارے پر چھوڑ دے ــــ لیکن بھیڑیے کو پار لے جائے ــــ واپس آکر وہ بکری کو لے جاسکتا ہے ــــ اس طرح نہ بکری گھاس کھائے گی ــــ نہ بھیڑیا بکری کو کھا سکے گا"ــــ

ہارون حیران ہوا ــــ "بہت خُوب ــــ !!! بُہلُول آج تو ستارے تمھارے حق میں تھے"ــــ

"ستارے ناحق کچھ بھی نہیں کرتے ــــ کیونکہ وہ تو حق کو پہچانتے ہیں ــــ اب عالی جاہ بھی میرے حق کو پہچانیں اور اپنا وعدہ پورا کریں"ــــ بُہلُول نے جُرأت سے کہا۔

"درست ــــ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے ــــ تم مُنشی کو ان قیدیوں کے نام لکھوا دو ــــ وہ داروغۂ زندان کو دے دے گا، تاکہ ان قیدیوں کو رہا کردے"ــــ ہارون نے فراخدلی سے کہا۔

بُہلُول نے ان اشخاص کے نام لکھوا دیئے اور چلا آیا ــــ

ہارون کا نشہ اُترا ___ تو اس کے مُقرّب نے اسے وہ فہرست دکھائی ___ جو بُہلُول نے لکھوائی تھی اور بولا ___

"حضور نے بُہلُول کے ساتھ کچھ زیادہ ہی فیّاضی کا برتاؤ کیا ہے ___ اگر آپ اس فہرست کو ایک مرتبہ مُلاحظہ فرمالیں تو بہت مناسب ہوگا" ___

ہارون نے فہرست دیکھی ___ تو ہوش میں آگیا ___ "او بُہلُول تو کیسا غضَب کا شریر اور فسادی ہے ___ یہ سب تو ان لوگوں کے نام ہیں ___ جنھیں بغاوت کے جُرم میں قید کیا گیا ہے ___ یہ لوگ مُوسیٰ بن جعفرؑ کے دوستدار ہیں اور خلافت ہاشمیوں کا حق سمجھتے ہیں" ___

"عالی جاہ ___! میں بھی اس فہرست کو دیکھ کر کھٹک گیا تھا ___ اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ حضور اس پر ایک نگاہ ڈال لیں ___ یہ سب کے سب تو باغی ہیں" ___ مُقرّب نے کہا۔

"مگر ہم وعدہ کر چکے ہیں ___ ایسا نہ ہو کہ وہ دیوانہ ہمیں بدنام کرے" ___ ہارون نے فکرمندی سے کہا۔

"اِس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ___ حضور دس آدمیوں کی رہائی کا حکم صادر فرمائیں ___ جن کا جُرم ذرا کم سنگین ہے ___ صِفر ہم ساتھ خود بڑھالیں گے" ___ مُقرّب نے ہوشیاری سے کہا۔

ہارون مُسکرایا ــــ "اس دیوانے کے ساتھ یہی ہونا چاہیے"۔

۱۳

ایک روز بہلول اپنے فقر کی شان میں مست قدم اٹھاتا۔ ہارون کے محل میں پہنچا اور بے باکی سے آگے بڑھتا۔ ہارون کے برابر جا بیٹھا ــــ ہارون کے نخوت اور غرور کو اس کی یہ ادا پسند نہیں آئی ــ اس نے سوچا کہ کسی طرح اس کو زچ کرے ــ اِس لیے اس سے مخاطب ہو کر بولا ــــ

"کیوں بہلول ــــ میرے مُعمّے کا جواب دو گے"ــــ

"ضرور دوں گا ــــ بشرطیکہ آپ اپنے قول پر پورے اتریں اور پہلے کی طرح وعدہ خلافی نہ کریں"ــــ بہلول نے واضح کیا۔

"اور تم بھی سن رکھو کہ اگر تم نے میرے معمے کو فوراً حل کرلیا تو تمھارا انعام ایک ہزار اشرفی ہوگا ــ اور اگر تم جواب نہ دے سکے تو تمھاری ڈاڑھی کی خیر نہیں ــ اسے منڈوانے اور گدھے کی سواری کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"ــــ

"میں نے اشرفیاں کیا کرنی ہیں ــــ میری شرط تو کچھ اور ہے"ــ بہلول بولا ــ

"شرط بیان کی جائے"ــ ہارون نے کہا ــ

"میری شرط یہ ہے کہ اگر میں نے مُعمّے کو حل کرلیا ــــ

تو عالی جاہ مکھیوں کو حکم دے دیں کہ وہ مجھے نہ ستایا کریں ۔ مکّھیاں مجھے بہت تنگ کرتی ہیں "۔۔۔ بہلول نے بڑی سنجیدگی سے درخواست کی ۔۔۔

اہلِ دربار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی ۔۔ لیکن وہ ہارون کے خوف سے ضبط کر گئے ۔

ہارون بغلیں جھانکنے لگا اور اسے کہنا پڑا ۔۔۔ "کسی کسی وقت تو تمھاری عقل بالکل ہی خبط ہو جاتی ہے ۔۔۔ مکّھیاں تو میری مطیع نہیں ہیں ۔۔ جو اُن پر حاکم چلاؤں " ۔۔۔

" افسوس کہ ہمارا بادشاہ مکّھیوں کے مقابلے میں بھی عاجز ہے ۔۔ تو اس کے اقتدار کا کیا فائدہ ؟" ۔۔۔ بہلول نے مزاحیہ لہجے میں کہا ۔۔۔

درباریوں کی آنکھوں سے حیرت اور ہنسی جھانکنے لگی ۔۔۔ وہ نظروں ہی نظروں میں بہلول کی اس جرأت کی داد دینے لگے ہارون بھی شرمندہ سا ہو گیا اور اس کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہہ سکا ۔۔۔ تو بہلول نے اس کی خفّت مٹاتے کو کہا ۔۔۔ " اچھّا ۔۔ اب میں کوئی شرط نہیں رکھتا اور تمھارے مُعمّے کا جواب دیتا ہوں "

ہارون نے پوچھا ۔۔۔ "وہ کون سا درخت ہے ۔۔ جس کی عُمر ایک سال ہے ۔۔ اس میں بارہ شاخیں ہیں ۔۔ ہر شاخ پر تیس تیس پتّے لگے ہیں اور ان پتوں کا ایک رُخ روشن ہے اور دوسرا تاریک ؟"

بہلول نے حسبِ عادت فوراً جواب دیا — "یہ درخت مہینہ، دن اور رات کا ہے۔ اس لیے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں — ہر مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں۔ جو آدھے دن ہیں اور آدھے رات ہیں" —

ہارون کو بے ساختہ داد دینی پڑی — اہلِ دربار بھی اس کی تعریف کرنے لگے۔

۱۴

بہلول سرِ راہ کھڑا تھا — دیکھا کہ ہارون کی سواری آرہی ہے — اس نے مُنہ کے گرد دونوں ہاتھ رکھے اور زور سے پکارا "ہارون —! ہارون —! ہارون" —!

ہارون اس آواز پر چونکا — اسے غصّہ بھی آیا — اس نے اپنے خُدّام سے پوچھا — "یہ کون گُستاخ ہے — جو مجھے اس طرح پکار رہا ہے" —

"حضور — یہ دیوانہ بہلول ہے — معلوم ہوتا ہے آج اس کا دماغ بالکل ہی کام نہیں کر رہا" — کسی غلام نے بہلول کو بادشاہ کے عِتاب سے بچانے کی کوشش کی۔

ہارون نے سواری ٹھہرانے کو کہا اور بولا — "بلاؤ اس کو۔"

بہلول قریب آیا تو غصّے سے بولا — "تو جانتا ہے کہ میں

کون ہوں"۔۔۔ ؟

"بالکل جانتا ہوں"۔۔۔ بہلول نے سر ہلایا۔۔۔ "آپ ایسے انسان ہیں کہ اگر مشرق میں کسی کمزور پر ظلم ہوا۔۔۔ تو باز پُرس آپ سے ہوگی"۔۔۔

ہارون لرز گیا۔۔۔ اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔۔۔ اس کا غصّہ فرو ہو گیا اور وہ نرمی سے بولا۔۔۔ "بہلول۔۔۔ تو نے ایسی بات کہی ہے۔۔۔ جو میرے دل پر جا کر لگی ہے۔۔۔ تیری کوئی حاجت ہو تو بیان کر"۔۔۔

"میری حاجت یہ ہے کہ آپ میرے گُناہ معاف کر کے مجھے جنّت میں داخل کر دیں"۔۔۔ بہلول نے کمال سنجیدگی سے کہا۔

گرد و پیش کھڑے لوگ مسکرانے لگے۔۔۔ ہارون نے اعتراف کیا۔۔۔ "بہلول۔۔۔ تم نے ایسی بات کہی ہے جو میرے بس میں نہیں۔۔۔ ہاں میں تمھارے قرضے چکا سکتا ہوں"۔۔۔

"نہیں۔۔۔ آپ یہ بھی نہیں کر سکتے"۔۔۔ بہلول نے زور دے کر کہا۔۔۔

"کیوں"۔۔۔ ؟؟ ہارون نے تُرشی سے سوال کیا۔۔۔

"ایک قرضہ دوسرے قرضے سے ادا نہیں ہو سکتا۔۔۔ آپ تو خُود عوام کے قرض دار ہیں۔۔۔ آپ ان کا قرض واپس کریں۔۔۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کا مال مجھے دے ڈالیں"۔

بہلول کے انداز میں سچ تھا۔

ہارون مُضطَرِب ہوا اور بات بدلنے کو بولا ــــ "تو پھر ٹھیک ہے ــــ میں حکم دیتا ہوں کہ تمھیں کچھ جائداد دے دی جائے تاکہ تمھاری گزر بسر سہولت سے ہو" ــــ

بہلول ہنسا ــــ "سب کا رازِق خُدا ہے ــــ ہم سب بندے اسی سے وظیفہ پاتے ہیں ــــ ایسا تو ممکن نہیں کہ وہ بادشاہ کو تو فراخی سے رِزق عطا کرے اور اس دیوانے کو بھول جائے" ــــ

ہارون لاجواب سا ہوگیا اور بہلول سے بولا ــــ "میں امین اور مامون کے مکتب جارہا ہوں۔ ذرا ان کے اُستاد سے ان کی تعلیم کی بابت معلوم کروں گا ــــ آؤ ــــ تم بھی میرے ساتھ چلو" ــــ

بہلول راضی ہوگیا اور سواری مکتب پہنچی ــــ اُستاد دوڑا ہوا آیا اور ہارون کو سلام کیا ــــ "زہے نصیب کہ خلیفہ اس ناچیز کے مکتب میں تشریف لاتے ہیں" ــــ

"ہم امین اور مامون کی تعلیم کے بارے میں معلوم کرنے آتے ہیں کہ دونوں کیسے طالِب علم ہیں" ــــ ہارون نے کہا۔

"جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں" ــــ اُستاد بولا۔

"ہاں تمھیں امان ہے ــــ ہمیں دونوں کی تعلیمی کیفیت

صحیح صحیح بتاؤ"۔۔۔ ہارون بولا ۔۔۔

"عالی جاہ ۔۔۔ آپ کا بیٹا امین ۔۔۔ عورتوں کی سردار ملکہ زُبیدہ جیسی قابل اور ذہین خاتون کا بیٹا ہے ۔ لیکن کُند ذہن ہے ۔ مگر اس کے برعکس آپ کا بیٹا مامون بہت ذہین دانشمند اور باوقار ہے"۔۔۔

"یہ تم نے عجیب بات کہی ہے ۔۔۔ میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا"۔۔۔ ہارون نے حیرت سے کہا ۔۔۔

"میں اس کا ثبوت مہیّا کر سکتا ہوں"۔۔۔ اُستاد نے جواب دیا ۔۔۔

"یقیناً"۔۔۔ تمھیں شہزادوں کے بارے میں اتنی بڑی بات بلا ثبوت نہیں کہنی چاہیے"۔۔۔ ہارون نے ناگواری سے کہا۔

"میں نے یہ بات تجربے کے بعد کہی ہے"۔ اُستاد بولا۔ اِس وقت امین اور مامون تھوڑی تفریح لینے باہر گئے ہیں۔ میں یہ کاغذ مامون کے بیٹھنے کی جگہ فرش کے نیچے رکھتا ہوں اور امین کے بیٹھنے کی جگہ کے نیچے یہ اینٹ رکھ رہا ہوں۔ جب وہ آجائیں ۔ تو آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ میری رائے کس حد تک درست ہے"۔۔۔

تھوڑی ہی دیر میں امین اور مامون واپس آگئے ۔۔۔ ہارون کو دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور اسے آداب کیا ۔۔۔

ہارون نے انھیں بیٹھنے کی اجازت دی ۔۔ تو دونوں اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے ۔۔۔ ہارون دونوں کا بغور مُشاہدہ کررہا تھا۔

مامون بیٹھتے ہی کچھ مُضطَرِب سا ہوا ۔۔ اس نے کچھ پریشان سا ہوکر چھت کی طرف دیکھا ۔۔ پھر دائیں بائیں دیکھا ۔۔ اور کئی بار پہلو بدلا ۔۔ اور بے چین سا نظر آنے لگا ۔۔ اُستاد نے شفقت سے پوچھا ۔۔۔

"کیوں مامون ۔۔ خیریت تو ہے ۔۔ میں تمھیں کچھ پریشان سا دیکھ رہا ہوں" ۔۔۔

"اُستادِ محترم ۔۔ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر کچھ تبدیلی سی محسوس کررہا ہوں" ۔۔۔ مامون نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسی تبدیلی" ۔۔۔ ؟؟ اُستاد نے پوچھا۔

"ایسا محسوس ہوتا ہے اُستادِ محترم ۔۔ جیسے میرے بیٹھنے کی جگہ ایک کاغذ بھر اُونچی ہوگئی ہے ۔۔۔ یا چھت کاغذ بھر نیچی ہوگئی ہے" ۔۔۔ مامون بولا ۔۔۔

"امین ۔۔!! کیا تمھیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے ۔۔۔ جیسے تمھارا بھائی کہہ رہا ہے" ۔۔۔ ؟؟ اُستاد نے امین کو مخاطب کیا۔

"نہیں ۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں" ۔۔۔ امین نے جواب دیا۔

اُستاد نے معنیٰ خیز نگاہوں سے ہارون کی طرف دیکھا اور بولا ۔۔۔ "عالی جاہ پسند فرمائیں ۔۔ تو دوسرے کمرے میں تشریف

رکھیں"۔۔۔

ہارون نے اجازت دی اور اُستاد کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا آیا ۔۔ بُہلُول بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اُستاد نے مطمئن لہجے میں کہا ۔۔۔ "اَلحَمدُلِلّٰہ ۔۔! کہ میں نے آپ کے سامنے اپنی رائے کا ثبوت بھی پیش کردیا"۔۔۔

"حیرت ہے ۔۔ حیرت ہے ۔۔ امین کی ماں عرب کی ذہین عورتوں میں سے ہے ۔۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں ۔۔ لیکن اس کا بیٹا"۔ ہارون نے جیسے اپنے آپ سے کہا ۔۔۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا سبب ہے"۔۔۔

"بُہلُول آگے بڑھا ۔۔۔" اس کا سبب مجھے معلوم ہے ۔۔ اگر عالی جاہ کو ناگوار نہ ہو ۔۔ تو بیان کروں"۔۔۔

"بیان کرو ۔۔۔ میں سخت ترین اُلجھن میں ہوں" ۔۔ ہارون نے کہا۔

بُہلُول بولا ۔۔۔" اولاد کی دانشمندی اور ذہانت کے اسباب دو ہیں ۔۔۔ اوّل یہ کہ عورت اور مرد کے درمیان رغبت اور فطری خواہش ہو ۔۔۔ تو ان کی اولاد ذہین، ہوشیار اور عقلمند ہوتی ہے ۔۔۔ دوم یہ کہ مرد اور عورت مختلف خُون اور نَسل سے تعلّق رکھتے ہوں ۔۔۔ تو ان کی اولاد میں عقل و دانِش کی فراوانی ہوگی"۔

"کوئی دلیل دو"۔۔۔ ہارون نے غور کرتے ہوتے کہا۔

"اس کی مثال درختوں اور جانوروں میں نظر آتی ہے ــــ مثلاً" اگر پھل کے درخت میں دوسرے پھل دار درخت کا پیوند لگایا جائے ــــ تو نہایت لذیذ اور عُمدہ پھل پیدا ہوتے ہیں ــــ اسی طرح گدھے اور گھوڑے کے مِلاپ سے خچّر پیدا ہوتا ہے جس کی ہوشیاری، طاقت اور پھُرتی کا جواب نہیں ــــ اب عالی جاہ سمجھ سکتے ہیں کہ ــــ امین میں جو ذہانت کی کمی محسوس ہوتی ہے اس کا سبب اس کی والدہ اور آپ کی رشتہ داری ہے ــــ جب کہ مامون کی ماں مختلف نسل اور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے ــــ خون کے لحاظ سے آپ میں اور اس میں جو فرق ہے وہی سبب مامون کی ذِہانت اور دانشمندی کا بھی ہے" ــــ

ہارون اس کی بات پر غور کرتا رہا ــــ اُستاد بھی قائل نظر آتا تھا ــــ لیکن مُنہ سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا ــــ کہ مَبادا خلیفہ اسے گُستاخی تصوّر کرے ــــ ہارون نے بہلول کی طرف دیکھا اور حسب عادت اس کے کمال کو کم تر کرنے کے لیے بولا ــــ "ہو نا تم دیوانے ــــ پاگل بچارا ایسی باتوں کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے" ــــ

۱۵

ایک روز بہلول دربار میں آیا ــــ تو دیکھا عِلمِ نجُوم پر گفتگو

ہورہی ہے اور ایک شخص عِلمِ نجُوم کا ماہر ہونے کا دعوٰی کر رہا ہے ۔۔ بُہلُول سلام کرکے خاموشی سے اس کے برابر جا بیٹھا اور اس کی باتیں سُننے لگا ۔۔ جب وہ اپنے بارے میں بہت کچھ کہہ چکا ۔۔ تو بُہلُول نے کہا:

"حضرت ۔۔ مَاشَاءَ اللہ آپ کی مَہارت کے کیا کہنے ۔۔ لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے پاس کون بیٹھا ہوا ہے؟"

نجُومی بُہلُول سے واقِف نہیں تھا ۔۔ اس لیے اس نے لاعِلمی کا اِظہار کیا ۔۔ "نہیں میں نہیں جانتا" ۔۔

بُہلُول مُسکرایا ۔۔ "اگر آپ اپنے برابر بیٹھنے والے کو نہیں جانتے ۔۔ تو پھر آسمان کے ستاروں کے بارے میں کچھ جاننے کا دعوٰی کس طرح کر سکتے ہیں" ۔۔

وہ شخص لاجواب سا ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر چلا گیا ۔۔ دربار ابھی منعقد تھا کہ حَاجِب نے صدا دی کہ کوئی سیّاح حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہے ۔۔ ہارون نے اجازت دی ۔۔ وہ آیا اور ہارون کو تعظیم دی۔

ہارون نے اس سے مختلف مُلکوں کے بارے میں سوالات کیے جہاں جہاں وہ جا چکا تھا ۔۔ وہ گُفتگو کے فن میں ماہر تھا ۔۔ اس نے مختلف مُلکوں کی پیداوار، جَواہرات اور مصنوعات کے بارے میں تفصیلی طور پر بتایا اور ہندوستان کا تذکرہ کرتے

ہوتے بولا ـــ

"عالی جاہ ـ ہندوستان ایک عجیب جادونگری ہے ـ وہاں عِلم وحکمت کا بڑا شُہرہ ہے ـــ شاید میری بات پر آپ کو یقین نہ آئے کہ ہندوستان میں ایک ایسی معجون بنائی جاتی ہے ـ جس کے باقاعدہ اِستعمال سے انسان میں جوانی کی قوّت ازسرِنَو بحال ہوجاتی ہے ـ اگر ساٹھ سال کا بوڑھا وہ مَعجُون اِستعمال کرے ـ تو خود کو بیس برس کا جوان پائے گا" ـ

"کمال ہے ـــ اس علاقے میں طِب کے ایسے مُعجزے بھی ملتے ہیں" ـــ ہارون نے تعجّب سے کہا ـ

"حُضور اگر پسند فرمائیں ـ تو میں ہندوستان سے وہ معجون تیار کرواکر لاسکتا ہوں" ـــ سیّاح مُؤدّب لہجے میں بولا ـ

ہارون کے دل میں پہلے ہی اِشتیاق پیدا ہوچکا تھا ـ اس نے سیّاح سے پُوچھا ـــ "وہ معجون تیار کرنے پر کتنا خرچ اُٹھے گا" ـ ؟

"ظِلِّ سُبحانِی ـ !!! اس میں بہت سی قیمتی جڑی بوٹیاں اور جواہرات کے کُشتے شامل کیے جاتے ہیں ـ اس کی تیاری پر اخراجات کچھ زیادہ ہی اُٹھتے ہیں" ـ سیّاح نے بتایا ـ

"تمھارا کیا خیال ہے کہ ہم وہ اخراجات ادا نہیں کرسکیں گے" ـ ہارون نے درشتی سے کہا ـ

"نَعُوذُ بِاللہ۔ عالی جاہ ــــ یہ حقیر تو ایسا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا ــــ میں نے تو اس لیے یہ کہا ہے کہ کہیں اہلِ دربار میں سے کوئی اسے جھوٹ یا غلط نہ سمجھے"۔ اس نے گھبرا کر جواب دیا۔

"اہلِ دربار میں ایسی حرکت کرنے کی جُرأت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں جان بچانے کا حکم دیا ہے" ــــ بُہلُول نے چُپکے سے کہا۔

"بتاؤ اس پر کتنا خرچ اُٹھے گا" ــــ ہارون نے اِستِفسار کیا ــــ

"عالی جاہ ــــ اس کے لیے پچاس ہزار دینار درکار ہوں گے" سیّاح نے بتایا ــــ

"رقم دے دی جائے" ــــ ہارون نے خزانچی کو حکم دیا۔

خزانچی نے اس کو رقم دے دی اور وہ روانہ ہوگیا۔

اس واقعے کو ایک عرصہ ہوگیا ــــ مگر وہ لَوٹ کر نہیں آیا۔ ہارون کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کوئی دھوکے باز تھا ــــ جو اسے فریب دے کر رقم ہتھیا لے گیا ہے ــــ ایک روز دربار میں اس شخص کا پھر تذکرہ ہوا ــــ ہارون نے مُتأسّف لہجے میں کہا ــــ "اُس شخص نے کیسے ہماری آنکھوں میں دُھول جھونکی ہے ــــ اگر وہ کہیں ہاتھ لگ جائے ــــ تو اس سے کئی گُنا زیادہ رقم وصول

کی جائے گی ـــ اور اس کم بخت کا سر کاٹ کر بغداد کے دروازے پر آویزاں کیا جائے گا تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں"۔

بُہلُول بھی دربار میں موجود تھا ـــ وہ بے ساختہ ہنس دیا ہارون نے خشمگین نظروں سے بُہلُول کی طرف دیکھا ـــ "بُہلُول اس بے موقع ہنسی کا سبب کیا ہے ـــ؟ کیا تم اس گُستاخی کی وجہ بیان کر سکتے ہو" ـــ؟؟

بُہلُول کی ہنسی نہیں رُکی ـــ "حُضور مجھے ایک قصّہ یاد آگیا ہے" ـــ

"کون سا قصّہ" ـــ؟ ہارون نے اِستِفسار کیا۔

بُہلُول نے ہنسی روک کر کہا ـــ" اس دھوکے باز سیّاح کا قصّہ بالکل ایسا ہی ہے ـــ جیسا مُرغ، بُڑھیا اور لومڑی کا قصّہ ہے" ـــ

"بیان کرو" ـــ ہارون نے تحکّم سے کہا ـــ

بُہلُول بولا ـــ "قصّہ کچھ یوں ہے کہ ایک جنگلی بلّی نے ایک بُڑھیا کا پالتو مُرغ جھپٹ لیا ـــ بُڑھیا اس کے پیچھے دُھائی دیتی ہوئی دوڑی ـــ" ارے ـــ ارے ـــ پکڑو ـــ اس چوٹّی بلّی کو پکڑو ـــ ظالِم میرا دو مَن کا مُرغا لے کر بھاگی جاتی ہے ارے کوئی میری مدد کرو ـــ اس بلّی کو پکڑو ـــ ہائے میرا نازوں کا پلا ـــ مُرغ ـــ ارے یہ پورے دو مَن کا ہے" ـــ!

بلّی نے جو بُڑھیا کا شور و غل سُنا تو پریشان ہوگئی اور غصّے سے بولی — "دیکھو یہ بڑھیا کس قدر جھوٹ بول رہی ہے — یہ اتنا سا مُرغ بھلا دو مَن کا ہے "—

اِتّفاقاً ایک لومڑی قریب سے گزر رہی تھی — وہ بلّی سے بولی — "بہن تم کیوں پریشان ہوتی ہو — ذرا مُرغے کو مجھے دو — میں ابھی تول کر بتا دیتی ہوں کہ یہ دو من کا ہے یا نہیں"۔

بلّی نے مُرغ لومڑی کو دے دیا — اس نے مُرغ دبوچا اور یہ کہہ کر غائب ہوگئی کہ — "بہن بلّی — بُڑھیا سے کہہ دینا کہ اس کا مُرغ تین من کا ہے "—

ہارون اپنی ہنسی نہیں روک سکا — اہلِ دربار بھی مُسکرانے لگے — ہارون بولا — "بُہلُول تمھارے اس قصّے نے ہماری افسردگی کو زائل کردیا ہے "—

۱۶

خلیفہ ہارون رشید اپنی ملکہ زُبیدہ کے ہمراہ شطرنج کھیل رہا تھا — بُہلُول بھی قریب بیٹھا تھا — اسی وقت چوب دار نے صدا دی — "ایک شکاری باریابی کی اجازت چاہتا ہے"۔

"اِجازت ہے"— ہارون نے اجازت دی -

شکاری اندر آیا اور زمین چوم کر بولا — "میں خلیفہ کے لیے

ایک بہت عُمدہ مچھلی لے کر آیا ہوں"۔۔۔

ہارون نے زُبیدہ سے کہا۔۔۔" یہ اِنعام کی آس میں میرے پاس یہ ہدیہ لایا ہے۔ اسے اِنعام میں چار ہزار درہم دے دیئے جائیں تو کیا مُناسب رہے گا"۔۔۔؟

زُبیدہ بولی۔۔۔" نہیں عالی جاہ۔۔۔ شکاری کا یہ منصب نہیں کہ اُسے اتنا زیادہ اِنعام دے دیا جائے۔ آپ فوجیوں اور مُعزّز شہریوں کو بھی اِنعام و اِکرام عطا کرتے ہیں۔۔۔ اگر آپ انھیں اس سے کم دیں گے۔۔۔ تو وہ شکوہ کریں گے کہ ہم شکاری کے برابر بھی نہیں۔۔۔ اگر زیادہ دینے کی رسم پڑ گئی۔۔۔ تو خزانہ خالی ہو جائے گا"۔۔۔

یہ بات ہارون کے دل کو لگی اور وہ بولا۔۔۔" مگر اس کو کچھ تو دینا ہے"۔۔۔

" تو آپ اس طرح کریں کہ شکاری سے پُوچھیں کہ یہ مچھلی نَر ہے یا مادہ۔۔۔ اگر وہ کہے مادہ ہے۔۔۔ تو کہیں ہمیں یہ پسند نہیں۔۔۔ اور اگر وہ کہے نَر ہے۔۔۔ تو بھی آپ کہہ دیں کہ یہ ہمیں نہیں چاہیے۔۔۔ اس طرح وہ مچھلی واپس لے جائے گا اور اِنعام بھی نہیں دینا پڑے گا"۔۔۔ زُبیدہ نے تجویز پیش کی۔

بُہلُول نے آہستگی سے کہا۔۔۔" شکاری اِتنی دور سے بڑی آس لے کر آیا ہے۔۔۔ یہ مُناسب نہیں کہ ملکہ کی باتوں میں

آکر آپ اسے نامُراد لوٹا دیں اور وہ رنجیدہ ہو"۔۔۔

ہارون نے بہلول کی بات پر توجّہ نہیں دی اور چوبدار سے بولا۔۔۔ "شکاری کو ہماری خدمت میں پیش کرو"۔۔۔

شکاری قریب آیا تو ہارون نے سوال کیا۔۔۔ "اے شکاری کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ"۔۔۔؟

شکاری تعظیماً جُھکا اور بولا۔۔۔ "عالی جاہ! نہ یہ نر ہے نہ مادہ۔۔۔ یہ مچھلی تو مُخَنَّث ہے"۔۔۔

ہارون بے ساختہ ہنسا اور بولا۔۔۔ "تمھاری حاضر جوابی ہمیں پسند آئی۔۔۔ تمھیں چار ہزار درہم انعام میں دیے جائیں گے"۔۔۔

"حضور کا اِقبال بلند ہو"۔۔۔ شکاری درہم لے کر دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔۔۔

جب وہ محل کی سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔۔۔ تو ایک درہم زمین پر گر پڑا۔۔۔ شکاری رُک گیا اور اس نے درہم اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔۔۔

ہارون اور زُبیدہ بھی اُسے دیکھ رہے تھے۔۔۔ زُبیدہ جو اتنی رقم جانے پر افسردہ سی تھی۔۔۔ ہارون سے بولی۔۔۔ "عالی جاہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ شکاری کِس قدر لالچی اور کمینہ ہے۔۔۔ اس نے ایک درہم بھی نہیں چھوڑا۔۔۔ کیا حرج تھا اگر اسے محل کا

کوئی اور مُلازِم ہی اُٹھالیتا"۔۔۔

ہارون کو بھی مَلکہ کی بات لائقِ توجّہ محسوس ہوئی۔۔ اس نے پُکار کر کہا۔۔۔"شکاری کو بلایا جائے"۔۔۔

قریب بیٹھے ہوئے بُہلُول نے دبی زبان میں کہا۔"عالی جاہ ملکہ کے کہنے پر شکاری کو نہ روکیے"۔۔۔

ہارون نے توجّہ نہیں دی۔۔۔ تب تک چوبدار شکاری کو بُلا لایا اور ہارون کی خدمت میں پیش کیا۔۔۔

ہارون بولا۔۔۔" اے صیّاد! ہمیں تیری یہ حرکت بہت ناگوار گزری ہے۔۔۔ کہ تیرے پاس چار ہزار درہم موجود ہیں۔۔۔ اگر ان میں سے ایک گر گیا تھا۔۔۔ تو تُو نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ اسے چھوڑ دے۔۔۔ شاید وہ کسی غریب کو مِل جائے اور وہ اس سے اپنا کام نکال لے"۔۔۔

شکاری تعظیماً جُھکا اور بولا۔۔۔" جان کی اَمان پاؤں تو کچھ عرض کروں"۔۔۔

"اَمان ہے"۔۔۔ ہارون نے اَمان دی۔

شکاری مُؤدّب لہجے میں بولا۔۔۔" حُضور یہ ناچیز پست فِطرت نہیں ہے۔ بلکہ نمک کی قدر کرنا جانتا ہے۔۔۔ میں نے اس لیے وہ درہم اُٹھالیا تھا کہ اس کے ایک طرف آیاتِ قرآنی کَندہ ہیں اور دُوسری جانِب آپ کا اِسمِ گرامی۔۔۔ میں نہیں چاہتا

تھا کہ یہ زمین پر پڑا رہے اور کسی کے پاؤں تلے آجائے۔ اور بے اَدَبی ہو"۔

خلیفہ کو اس کی حاضر جوابی نے محظوظ کیا۔ اُس نے خوش ہو کر حکم دیا۔ "شکاری کو چار ہزار درہم اور دیئے جائیں"۔

شکاری رخصت ہو گیا۔ تو بُہلُول نے کہا۔ "عالی جاہ! کیا میں نے آپ کو نہیں روکا تھا کہ شکاری کو واپس نہ بلائیں"۔

ہارون ہنسا۔ "بُہلُول آج تو میں نے تجھ سے بھی زیادہ دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تم نے مجھے دونوں بار روکا۔ لیکن میں نے توَجُّہ نہیں دی۔ اور ملکہ کی بات پر کان دھرنے کا یہ نقصان ہوا کہ چار ہزار کے بجائے آٹھ ہزار درہم خزانے سے گئے"۔

۱۷

کہتے ہیں کہ ایک بار ہارون نے یونان سے کسی حکیم کو بُلوایا جب وہ بغداد پہنچا۔ تو ہر طرف اس کا شُہرہ ہو گیا۔ ہارون نے اسے دربار میں بڑی عزّت دی۔ جس کی وجہ سے اس کے اُمراء اور معزّزین شہر حکیم سے خاص طور پر ملنے کے لیے دربار گئے بُہلُول کو بھی خبر ہوئی۔ وہ بھی اپنی دیوانگی کا لباس پہنے دربار میں جا پہنچا۔ دیکھا کہ حکیم دربار میں بڑی شان سے بیٹھا ہے وزیر امیر اس کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے ہیں۔

بُہلُول کچھ دیر چُپکا بیٹھا رہا — پھر حکیم سے بولا — "آپ کیا کام کرتے ہیں" — ؟

حکیم اس کی ہَیئَتِ کَذائی دیکھ کر اسے پاگل سمجھا اور اس کی ہنسی اُڑانے کو بولا — "جناب — میں حکیم ہوں اور میرا کام مُردوں کو زندہ کرنا ہے" —

دربار میں دبی دبی ہنسی کی آواز سنائی دینے لگی — بُہلُول نے مُسکراکر اس کی طرف دیکھا اور بڑے مزے سے بولا — "جناب حکیم صاحب قبلہ — برائے کرم آپ زندوں کے حال پر رحم کریں اُن کی جان بخشی کردیں — باقی رہے مردے — تو ان کو زندہ کرنا آپ کا ہدیہ ہے" —

دبی دبی ہنسی قہقہوں میں بدل گئی — ہارون بھی ان میں شامل تھا — حکیم اتنا خَجِل ہوا کہ واپس یونان چلا گیا۔

۱۸

ہارون نے محفل مے نوشی سجا رکھی تھی — وزیر امیر بیٹھے تھے مسلمانوں کا خلیفہ کنیزوں کے ہاتھوں سے جام مے لے کر خم کے خم لنڈھا رہا تھا — کہ بُہلُول بھی وہاں آپہنچا — اس نے خلیفہ کی حرکتوں کو خاموش نگاہوں سے دیکھا تو ہارون کو اس کی نصیحتیں یاد آئیں — نشے کی ترنگ میں اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ

بُہلُول کوئی ایسی بات کہہ دے — جو اس کا سر جھکا دے — وہ پہل کرے — اس نے بُہلُول کو دیکھا اور بولا —

"بُہلُول — میرے ایک سوال کا جواب دو گے" —

"میں تیار ہوں" — بُہلُول نے جواب دیا۔

"بُہلُول — یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص انگور کھا رہا ہو تو کیا حرام ہے" — ؟ ہارون نے سوال کیا —

"نہیں — بالکل نہیں" — بُہلُول نے کہا —

"اگر وہ انگور کھا کر پانی پی لے — تو" — ؟ ہارون بولا۔

"کوئی حرج نہیں" — بُہلُول نے بتایا —

"اب یہی شخص انگور کھانے اور پانی پینے کے بعد دھوپ میں بیٹھ جائے تو پھر" — ؟؟

"کوئی مضائقہ نہیں — جتنی دیر چاہے بیٹھے" — بُہلُول نے جواب دیا —

"تو پھر بُہلُول — تم خود ہی بتاؤ کہ یہی انگور اور پانی — کچھ عرصہ دھوپ میں رکھ دیے جائیں — تو حرام کیوں ہو جاتے ہیں"؟ ہارون نے بڑے فخر سے اپنا فلسفہ بیان کیا۔

"اگر اجازت ہو تو میں بھی خلیفہ سے چند سوال کر لوں — امید ہے ان ہی سوالات میں خلیفہ کو اپنے سوال کا جواب بھی مل جائے گا" — بُہلُول نے اطمینان سے کہا —

"اجازت ہے" ـــــ ہارون جھومتا ہوا بولا۔
بہلول بولا ـــ "کیا عالی جاہ بتائیں گے کہ اگر کسی آدمی کے سر پر تھوڑی سے مٹی ڈال دی جائے ـــ تو کیا اسے کوئی نقصان پہنچے گا" ـــ؟
"نہیں" ـــ خلیفہ نے فوراً جواب دیا ـــ
"اس کے بعد اس کے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیں ـــ تو کیا اس شخص کو کوئی تکلیف ہوگی" ـــ؟
"نہیں ـــ بالکل نہیں" ـــــ ہارون بولا ـــ
"لیکن ـــ !! بہلول نے اسے متوجّہ کیا ـــ "اگر اس مٹی اور پانی کو ملا کر اینٹ بنالی جائے اور وہ اس شخص کے سر پر ماری جائے ـــ تو کیا کوئی نقصان ہوگا" ـــ؟
"تم بھی عجیب باتیں کرتے ہو بہلول" ـــ خلیفہ ہنسا ـــــ "اس کا تو سر پھٹ جائے گا" ـــ
"تو پھر عالی جاہ ـــ غور فرمائیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ جس طرح مٹی اور پانی مل کر انسان کا سر پھوڑ سکتے ـــ اسی طرح انگور اور پانی مل کر بھی ایسی چیز بنا دیتے ہیں ـــ جو حرام اور ناپاک ہے ـــ جس کے پینے سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ اسے برے بھلے کی تمیز نہیں رہتی ـــ اسی لیے اسلام نے اس کے پینے والے پر سزا واجب کی ہے" ـــ

ہارون کا نشہ ہرن ہو گیا ـــ وہ مُضطرِب ہو کر اٹھا اور پشیمانی سے بولا ـــ

"شراب کی یہ محفل برخواست کی جاتی ہے" ـــ

ایک روز ہارون حمام گیا ـــ تو بُہلُول بھی ہمراہ تھا ـــ ہارون کو مذاق سوجھا ـــ تو بُہلُول سے بولا ـــ "بُہلُول ـــ اگر میں غلام ہوتا ـــ تو میری کیا قیمت لگتی" ـــ؟

بُہلُول نے بہت مزے سے کہا ـــ "عالی جاہ ـــ صرف پچاس دینار ـــ !!!

خلیفہ کو اس کی امید نہیں تھی ـــ اس کا نازک شاہی مزاج بگڑا ـــ "ہو نا تم دیوانے ـــ انسان کی قدر و قیمت کا تو تمھیں اندازہ ہی نہیں ـــ احمق جانتے ہو کہ یہ تہمد جو میں نے پہن رکھی ہے ـــ پچاس دینار تو صرف اس کی قیمت ہے" ـــ

"میں نے بھی تو صرف تہمد کی ہی قیمت لگائی ہے سرکار! ورنہ خلیفہ کی کوئی قیمت نہیں ہے" ـــ بُہلُول نے ہنس کر کہا ـــ

۱۹

خلیفہ بڑے تزک و احتشام سے شکار پر روانہ ہوا ـــ امیر وزیر ہمراہ تھے ـــ غُلام تیر کمان اٹھائے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ـــ

بُہلُول بھی موجود تھا۔ اچانک ایک ہرن نظر آیا ۔ خلیفہ نے فوراً کمان اُٹھائی اور ہرن کا نشانہ لے کر تیر چھوڑا۔ لیکن نشانہ خطا گیا۔ ہرن چوکڑیاں بھرتا نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

"بہت خُوب۔! بہت خُوب ۔!!! سُبحَانَ اللہ "۔!! بُہلُول نے بے ساختہ داد دی۔

خلیفہ کو ناگوار گزرا ۔ غُصّے سے بولا ۔" بُہلُول۔ تُو میرا مذاق اڑا رہا ہے "۔

" نہیں عالی جاہ ۔ یہ ناچیز تو ایسی جسارت کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا "۔ بُہلُول نے عاجزی سے کہا۔

" تو پھر یہ داد کس کو دے رہے تھے "۔ ؟ ہارون نے درشتی سے پوچھا ۔

"جہاں پناہ ۔ میں نے ہرن کو داد دی ہے کہ وہ آپ کے تیر سے کتنی خُوب صورتی سے بچا ہے"۔

۲۰

بُہلُول اکثر قبرستان میں بیٹھا رہتا تھا ۔ ایک روز ہارون کا اسی طرف سے گزر ہوا ۔ بُہلُول پر نگاہ پڑی ۔ تو سواری ٹھہرائی اور بولا۔ بُہلُول ۔ یہاں کیا کر رہے ہو"۔ ؟

" میں ایسے لوگوں کی ملاقات کو آیا ہوں۔ جو نہ لوگوں کی

غیبت کرتے ہیں۔۔۔ نہ مجھ سے کوئی امید یا توقع رکھتے ہیں اور نہ کسی کو کوئی تکلیف دیتے ہیں"۔۔۔ بہلول نے وضاحت کی۔

ہارون نے گہرا سانس لیا ۔۔۔ "بہلول کیا تم مجھے پُل صراط سے گزرنے اور اُس دُنیا میں سوال و جواب کی کچھ خبر دے سکتے ہو؟"

"یقیناً ۔۔۔ لیکن اس کے لیے تھوڑا اہتمام کرنا ہوگا ۔۔۔ کیا عالی جاہ اس کا انتظام کر دیں گے"۔۔۔؟ بہلول نے کہا ۔

"ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ تم بتاؤ ۔۔۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں"۔۔۔ ہارون نے جواب دیا ۔۔۔

"پھر عالی جاہ ۔۔۔ اپنے ملازموں کو حکم دیں کہ وہ یہاں آگ جلائیں ۔۔۔ اس پر ایک بڑا توا رکھیں ۔۔۔ اس توے کو گرم ہو کر سُرخ ہو جانے دیں"۔۔۔ بہلول نے بتایا ۔۔۔

"بہلول کی فرمائش پوری کی جائے"۔۔۔ ہارون نے فرمانِ شاہی جاری کیا ۔۔۔

مُلازموں نے فوراً آگ جلائی ۔۔۔ توا لایا گیا اور گرم ہونے کے لیے آگ پر رکھ دیا گیا ۔۔۔ لوگوں کی نظریں اسی جانب تھیں اور حیرت سے سوچ رہے تھے کہ اس سے بہلول کا کیا مقصد ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ توا خوب گرم ہو گیا ۔۔۔

بہلول نے کہا ۔۔۔ عالی جاہ ۔۔۔ پہلے میں اس توے پر ننگے پاؤں کھڑا ہوں گا اور اپنا تعارُف کراؤں گا ۔۔۔ یعنی میرا نام کیا

ہے ۔۔۔ میرا لباس کیا ہے اور میری خوراک کیا ہے ۔۔ اس کے بعد اسی طرح آپ بھی توے پر کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرائیں"۔

ہارون کو کچھ تَامُّل تو ہوا ۔۔ لیکن اس نے منظور کرلیا اور بُہلُول سے بولا ۔۔"چلو ۔۔ تم پہل کرو" ۔۔۔

بُہلُول تیزی سے توے پر کھڑا ہوگیا اور جلدی سے بولا۔ "بہلول، خرقہ، جَو کی روٹی اور سِرکہ" ۔۔۔ یہ تین لفظ کہہ کر وہ جھَٹ توے سے نیچے اُتر آیا ۔۔۔ ان چند لمحوں میں اس کے پیر جلنے سے محفوظ رہے ۔۔۔

اب ہارون کی باری آئی ۔۔ وہ توے پر چڑھا ۔۔ اور شاہی اَلقاب کے ساتھ ابھی اپنا نام بھی نہیں بتا پایا تھا کہ اس کے پیر جلنے لگے ۔۔۔ وہ گرتا پڑتا توے سے نیچے اُتر آیا اور بولا ۔۔۔ "بُہلُول ۔۔ تم نے مجھے کس عذاب میں ڈال دیا تھا" ۔۔۔

بُہلُول مسکرایا ۔۔۔ "آپ نے ہی تو فرمائش کی تھی کہ آپ کو قیامت کے سوال وجواب کے بارے میں بتایا جائے ۔۔ تو آپ نے دیکھا ۔۔ کہ گرم توے پر قدم رکھنا کتنا مشکل ہے ۔۔ اسی طرح جو لوگ خُدا پرست ہیں ۔۔ دُنیا کے جَاہ وحَشَم سے دُور ہیں ۔۔ لالچ اور طَمع نہیں رکھتے ۔ وہ تو پل صِراط پر سے آرام کے ساتھ گزر جائیں گے ۔۔۔ اور جو دُنیاوی شان وشوکت میں ڈوبے ہوتے ہیں انھیں اسی طرح عذاب سے گزرنا ہوگا جس طرح ابھی آپ کو محسوس ہوا"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ہارون کا وزیر فضل بن ربیع ایک راستے پر گزر رہا تھا ــــ دیکھا کہ بُہلول ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے ــــ فضل نے اس کا نام لے کر اُسے پکارا ــــ

"بُہلول ــــ کیا سوچ رہے ہو" ــــ؟

بُہلول نے چونک کر سر اٹھایا ــــ دیکھا کہ فضل بن ربیع کھڑا ہے ــــ بولا ــــ "تیرے انجام کے بارے میں سوچ رہا ہوں"۔

فضل چونک گیا ــــ "کیوں ــــ خیریت تو ہے بُہلول" ــــ؟

"سارے وزیر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں ــــ اس لیے ان کا انجام بھی مِلتا جُلتا ہی ہوتا ہے ــــ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تیرا بھی انجام جعفر برمکی کا سا نہ ہو" ــــ

فضل کانپ گیا اور بولا ــــ "بُہلول میں نے جعفر برمکی کے بارے میں سُنا تو ہے ــــ لیکن دُوسرے لوگوں کی زبانی ــــ نہ جانے اس میں کتنا جھُوٹ ہے اور کتنا سچ ــــ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے اس کے بارے میں بتا کہ آخر ہارون نے اس کے قتل کا حکم کیوں دیا تھا ــــ ہو سکتا ہے اس میں میرے لیے بھی کوئی سبق ہو" ــــ

بُہلول نے کہا ــــ "تو پھر بیٹھ جا اور کان دھر کر سُن" ــــ

فضل بیٹھ گیا اور بہلول نے کہنا شروع کیا — "تم جانتے ہو نا کہ منصور کے بیٹے مہدی کے زمانے میں خالد برمکی کا بیٹا یحییٰ برمکی ہارون رشید کا کاتب مقرر ہوا تھا"—

فضل نے ہنکارا بھرا — "ہاں — میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے جعفر کی لیاقت دیکھ کر انھیں بہت پسند کرنے لگا تھا"—

"بادشاہ کی پسند و ناپسند ہمیشہ زوال کا باعث بنتی ہے ہارون کو جعفر برمکی کے ساتھ اتنی محبّت ہوگئی کہ اس نے اپنی ہمشیرہ عباسہ کا نکاح جعفر برمکی سے کردیا — لیکن اسے یہ بھی تاکید کردی کہ وہ عباسہ کو اپنی بیوی نہ بنائے — اور خلیفہ کی بہن سمجھ کر اس پر دست درازی کی کوشش نہ کرے — جعفر برمکی نے قول تو دے دیا — لیکن اس پر پورا نہ اُتر سکا — اس کی اطلاع ہارون کو بھی ہوگئی — اور اس کی محبّت دشمنی میں بدل گئی"—

اس نے اپنے غلام مسرور سے کہا — "آج تمھارے سپرد ایک اہم کام ہے — جس کی تکمیل ہر صورت میں ہونی چاہیے"۔

مسرور نے سرِ تسلیم خم کیا تو ہارون بولا — آج رات جعفر برمکی کا سر کاٹ کر ہماری خدمت میں پیش کرو"—

مسرور ہک بک رہ گیا — اس کی زبان گُنگ ہوگئی اور اس کا سر جھک گیا — اس کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ کر ہارون

نے کرخت لہجے میں کہا — "مسرور — تو پریشان کیوں ہوگیا ہے کس سوچ میں پڑ گیا ہے" — ؟

مسرور نے ڈرتے ڈرتے کہا — حضور — یہ امرِ عظیم ہے سوچتا ہوں کہ کاش آپ نے اس کام کے لیے مجھے منتخب نہ کیا ہوتا" —

"تو گویا — تو اپنی موت کو آواز دینا چاہتا ہے — اور ایسی موت جس پر پرندے بھی آنسو بہائیں" — ہارون نے غضبناک لہجے میں کہا —

تو مسرور کے پاس اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے — وہ سر جھکائے ہوئے جعفر برمکی کے یہاں پہنچا اور اسے تمام ماجرا کہہ سنایا —

جعفر برمکی بے حد پریشان ہوا — اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی — لیکن اُس نے امید کا سہارا لیا اور مسرور سے بولا — "مسرور — کیا خبر کہ خلیفہ نے یہ حکم شراب کے نشے میں دیا ہو — اور جب وہ ہوش میں آئے — تو اسے پچھتاوا ہو اس لیے میری مان اور خلیفہ کے پاس جا — اور اسے اطلاع دے دے کہ تُو نے مجھے قتل کر دیا ہے — اگر وہ افسوس کا اظہار نہ کرے تو تجھے اختیار ہے — شوق سے آکر میرا سر کاٹ لے"۔
مسرور خلیفہ کی طبیعت سے واقف تھا — وہ اس کے حکم

سے سرتابی کرکے خود مصیبت میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ جعفر سے بولا — "آپ میرے ہمراہ ہارون کے محل تک چلیں ہوسکتا ہے آپ کی محبّت خلیفہ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کردے۔"

جعفر کو مجبوراً اس کی بات ماننا پڑی — اس کے دل میں امید کی تھوڑی سی جو رمق باقی تھی — وہ اس کے سہارے مسرور کے ساتھ چل پڑا — مسرور نے جعفر کو پردے کے پیچھے کھڑا کیا اور خود لرزتا کانپتا خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا —

اُسے دیکھتے ہی ہارون نے کہا — "مسرور — کیا تم نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے" —

مسرور گھبرا گیا — اور جلدی سے بولا — "عالی جاہ — جعفر برمکی میرے ساتھ آیا ہے — وہ پردے کے پیچھے کھڑا ہے — وہ —

"مسرور یاد رکھ کہ — اگر تو نے میرے حکم کی تعمیل میں ذرّہ برابر بھی سستی کی — تو جعفر سے پہلے تیرا سر اڑتا ہوا نظر آئے گا" —

مسرور کو اپنی جان پیاری تھی — اُس نے لپک کر پردہ اُٹھایا اور تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وجیہ و حسین نوجوان کا سر تن سے جُدا ہوگیا — پھر اس نے اس جوانِ رعنا کا سر ہاتھ میں لیا — جو شرافت اور دانشمندی کی تصویر تھا — جس کی فیّاضی

اور سخاوت سب سے بڑھی ہوئی تھی — اُسے اپنے سر پر رکھا اور ہارون کے سامنے پیش کر دیا۔"

"بے رحم خلیفہ کو اس پر بھی تسلّی نہیں ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ برمکیوں کے پورے خاندان کا نام و نشان مٹا دیا جائے ان کا مال و اسباب قُرق کر لیا جائے — جعفر کی لاش بغداد کے قلعے پر لٹکا دی گئی اور چند دن بعد اُسے جلا دیا گیا —

"اے فضل —!!! وزارت کا یہی انجام ہوا کرتا ہے — اِس لیے محتاط رہو اور عوام کی بھلائی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو" —

فضل کانپ گیا اور پریشانی سے بولا — بُہلول مجھے سلامتی کی دُعا دو" —

۲۲

فضل بن ربیع نے بغداد میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ وہ اپنے خرچ پر اُسے بنواتا رہا — جب تعمیر مکمل ہو گئی — تو مسجد کے دروازے پر کتبہ لگانے کی باری آئی — فضل بھی اس موقع پر آیا — اس سے پُوچھا گیا کہ اس کتبے پر کونسی عبارت لکھوائی جائے —؟

"ظاہر ہے اس پر تو میرا ہی نام لکھا جائے گا" — فضل نے بڑے فخر سے کہا —

بُہلُول قریب ہی کھڑا تھا — وہیں سے پُکار کر بولا —
"حضرت فضل بن ربیع — کیا آپ اِس دیوانے کو یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ آپ نے یہ مسجد کس کے لیے بنوائی ہے؟"
"یہ خُدا کا گھر ہے — اسے میں نے اللہ کی خاطر بنایا ہے۔"
فَضل نے جواب دیا —
بُہلُول مسکرایا — آپ کا فرمانا بجا ہے — کہ یہ آپ نے اللہ کے لیے بنوائی ہے — تو پھر اس پر اپنا نام کیوں لکھوا رہے ہیں" — ؟
فَضل نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا — "کیوں میں اپنا نام کتبے پر کیوں نہ لکھواؤں — آخر لوگوں کو بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ اِس مسجد کا بنانے والا کون ہے" —
"تو پھر میرا نام لکھوا دو — لکھوا دو کہ اِس مسجد کا بانی بُہلُول ہے" — بُہلُول نے ہنس کر کہا —
"عجیب دیوانے ہو تم — بھلا تمھارا نام لکھوانے کی کیا تُک ہے" — اس نے ناگواری سے کہا —
"چلو نہ سہی — میرا نام نہ لکھواؤ — اپنا ہی نام لکھوالو تاکہ تمھاری شہرت اور نیک نامی ہو — لیکن پھر ثواب کا خیال اپنے دل میں نہ لانا" — بُہلُول یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا —
فَضل کا سر جُھک گیا — وہ ندامت سے بولا — "بُلاؤ

بُہلُول کو — اور جو کچھ وہ کہتا ہے — کَتبے پر وہی لکھ دو" —
لوگ بُہلُول کے پیچھے دوڑے اور اس سے پوچھنے لگے کہ کتبے پر کیا لکھا جائے تو وہ بولا — "قرآن پاک کی آیت سے بہتر اور کچھ نہیں — جو اس کَتبے پر کندہ کیا جائے" —
فَضل نے بھی اس کی تائید کی اور مسجد کے کتبے پر آیاتِ قرآنی لکھوائی گئیں —

۲۳

ایک اعرابی کے اُونٹ کو کھُجلی کی بیماری لاحق ہوگئی — لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس پر ارنڈی کے تیل کی مالش کرے اَعرابی اُونٹ پر سوار ہوا اور شہر کی جانب روانہ ہوگیا تاکہ ارنڈی کا تیل خرید لائے —
راہ میں بُہلُول کو دیکھا — تو اس نے اپنا اُونٹ ٹھہرالیا — نیچے اُترا اور اسے سلام کر کے بولا — "میں عجیب مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں — میرے اُونٹ کو خارش ہوگئی ہے — لوگوں نے تو ارنڈی کے تیل کی مالش کرنے کا مشورہ دیا ہے میں ارنڈی کا تیل لینے ہی جارہا تھا — تمھیں دیکھا — تو مجھے خیال آیا کہ تمھاری دُعا میں تو بڑا اثر ہے — اگر تم میرے اُونٹ پر دم کردو — تو اسے شِفا ہوجائے گی" —

بُہلُول مسکرایا ـــ "صِرف میری دُعا میں تو اِتنی تاثیر نہیں ہے کہ اِتنا بڑا اُونٹ اس سے شفایاب ہو جائے ـــ ہاں اگر تم ارنڈی کا تیل لے آؤ ـــ تو میں اس پر دُعا دم کر دوں گا ـــ تم وہ تیل استعمال کرنا ـــ تو امید ہے کہ کام بن جائے گا" ـــ

بات اس شخص کی سمجھ میں آ گئی ـــ وہ شہر سے تیل خرید لایا ـــ بُہلُول نے اس پر دُعا دم کر دی ـــ کچھ روز کی مالش سے اس کا اُونٹ تندرست ہو گیا ـــ

۲۴

بُہلُول کا ایک دوست گیہوں پسوا کر واپس آ رہا تھا کہ اس کا گدھا لنگڑانے لگا ـــ اس نے گدھے کو دو تین چھڑیاں لگا کر آگے دھکیلنا چاہا ـــ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا اور بالآخر زمین پر گر پڑا ـــ قریب ہی وہ خستہ حال مکان تھا ـــ جہاں بُہلُول ان دنوں مقیم تھا ـــ اس شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی

"بُہلُول بھائی ـــ! بُہلُول بھائی ـــ ذرا مجھے اپنا گدھا تو دے دو ـــ میرا گدھا تو آدھے رستے میں جواب دے گیا اور مجھے یہ آٹا گھر پہنچانا ہے" ـــ

بُہلُول اس کی آواز پہچانتا تھا ـــ وہ اس کی عادت سے بھی واقف تھا کہ وہ جانور کی صحیح نگہداشت نہیں کرتا تھا اور ان

سے بے رحمی کا سلوک کرتا تھا ۔ اِس لیے وہ اپنا گدھا اسے دینا نہیں چاہتا تھا ۔ وہ باہر نکلا اور اس شخص سے بولا ۔ "یار ۔ بڑا افسوس ہے کہ میرا گدھا ۔ کوئی مانگ کر لے گیا ہے ۔ اِس لیے اِس وقت تو تمھارے کام نہیں آسکتا" ۔

ابھی بُہلُول کے اَلفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ گھر کے اندر سے گدھے کی ڈھینچوں ۔ ڈھینچوں کی آواز سنائی دینے لگی ۔ وہ شخص ہوشیار ہوا اور شکوے کے انداز میں بولا ۔ "اچھا بُہلول بھائی ۔ تم بھی اچھے دوست ہو ۔ تمھارا گدھا تو گھر میں موجود ہے اور تم کہتے ہو کہ اسے کوئی مانگ کر لے گیا ہے" ۔

"اور تم بھی اچھے دوست ہو" ۔ بُہلُول نے اسی کے لہجے میں کہا ۔ "میرا تمھارا پچاس سال کا ساتھ ہے اور تم میری بات پر یقین نہیں کر رہے ۔ اور گدھے کی بات ماننے پر تیار ہو" ۔

۲۵

بُہلُول حمام کرنے گیا ۔ تو وہی اپنی گُدڑی لپیٹے ہوئے تھا ۔ اس کی پاپوش بھی بوسیدہ تھی اور لباس بھی عُمدہ نہیں تھا ۔ حمام کے حمامیوں نے اس کی جانب بالکل توجّہ نہیں دی ۔ خاصی دیر بعد اس کی باری آئی ۔ تو بھی انھوں نے بُہلُول کی کوئی

خاص پروا نہیں کی اور اس کے حسبِ منشا نہانے کا کیسہ اس کے بدن پر نہیں رگڑا۔
بُہلُول فارغ ہو چکا ــــ تو باہر آیا ــ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دس دینار نکال کر حمام کے مالک کی ہتھیلی پر رکھ دیئے ــــ

حمام کا مالک اُجرت سے بہت زیادہ رقم دیکھ کر قدرے نادم ہوا کہ اس نے بُہلُول کے ساتھ لاپروائی برتی ــ بُہلُول کچھ کہے بغیر حمام سے باہر نکل آیا ــــ

اگلے ہفتے وہ پھر حمام کرنے گیا ــــ تو اسے دیکھتے ہی حمامی دوڑے ہوئے آئے اور اسے ہاتھوں ہاتھ اندر لے گئے اور بڑے ادب سے اسے غسل کرنے میں مدد دی ــــ

بُہلُول فارغ ہو کر باہر آیا ــــ تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک دینار مالک کی ہتھیلی پر رکھ دیا ــــ وہ غصّے سے لال بھبوکا ہو گیا ــــ اس نے دینار دُور پھینک دیا اور درشتی سے بولا ــــ

"حضرت آپ ہوش میں تو ہیں ــ حمام کرنے کی یہ اُجرت" ــ؟؟

"قبلہ ــــ اس مرتبہ حمام کرنے کی اُجرت تو میں پچھلے ہفتے ہی آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں ــ یہ تو پچھلے ہفتے کی اُجرت ہے ــ جو میں نے اب ادا کی ہے ــ تاکہ آپ کو احساس ہو کہ گاہکوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے" ــــ

بغداد کے شریر لڑکے "پاگل ہے — پاگل ہے" کا شور مچاتے ایک شخص کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے — وہ پریشان حال شخص بار بار مُڑ کر انھیں منع کرنے کی کوشش کرتا — لیکن وہ کسی طور نہیں مانتے تھے — کوئی اُسے پتّھر مارتا تھا — کوئی اُس کے کپڑے کھینچتا تھا — کوئی پاگل پاگل کہہ کر اُسے چھیڑتا تھا — وہ انھیں منع کر کر کے تھک گیا — تو اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور ان ننھے شیطانوں سے بولا — "خُدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو — میں پاگل نہیں ہوں میں پاگل نہیں ہوں — اس کی آواز رُندھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے —

لڑکے کھِلکھلا کر ہنس پڑے — اُن میں سے ایک شریر بولا "سارے ہی پاگل اِسی طرح کہتے ہیں" —

دُوسرے نے لقمہ دیا — "تم تو شکل سے ہی پاگل نظر آتے ہو اور پھر بھی کہتے ہو کہ میں پاگل نہیں" —

"پاگلوں کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے" — کوئی اور بولا اور سب اسے چھیڑنے اور تنگ کرنے لگے —

"ٹھہر جاؤ تم — شیطان کے چیلو — میں ابھی تمھیں سیدھا کرتا ہوں" — ایک کڑک دار آواز سنائی دی — تو لڑکوں نے

مُڑ کر دیکھا ــــ

بُہلُول اپنا عصا لہراتا چلا آتا تھا ــــ "تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ایک شریف آدمی کو تنگ کرتے ہو" ــــ وہ غصّے سے بولا ــــ "تمھیں ذرا خوفِ خُدا نہیں ہے ــ بچارے اجنبی کو پریشان کر کے رکھ دیا ــ چلو ــ بھاگو ــ یہاں سے ورنہ" ــــ !!!

اس نے دانت پیس کر لاٹھی اُٹھائی ــــ تو لڑکے سر پہ پیر رکھ کر بھاگے ــــ

اس شخص کی جان میں جان آئی ــ اس نے اپنا لباس درست کیا اور ہانپتا ہوا بولا ــــ "آپ کی بہت مہربانی ــ اگر آپ نہ آتے تو یہ شریر لڑکے مجھے سچ مچ ہی پاگل کر دیتے" ــــ اس کی آنکھیں بِھیگ گئیں ــــ

بُہلُول نے اس کی جانب دیکھا ــــ وہ شکل و صورت اور لباس سے اجنبی معلوم ہوتا تھا ــ اس کے چہرے پر پریشانی اور ہَراس تھا ــ بُہلُول نے ہمدردی سے پوچھا ــــ "بھائی ــــ تم اجنبی معلوم ہوتے ہو ــــ ہمارے اِس شہر نے تم پر جو ظُلم کیا ہے ــ کچھ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے ــ اور کچھ تم سُنا دو کہ جس نے تمھاری آنکھوں میں آنسو بھر دیے ہیں" ــــ

اس شخص نے ایک آہ بھری ــــ "آپ درست فرماتے ہیں ــ اس شہر نے تو مجھے پاگل بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ــ میں

چند روز پہلے ہی یہاں وارد ہوا ہوں ۔ میرے پاس کچھ جواہرات اور سونے کے سکّے تھے ۔ وہی میری پُونجی تھی اور وہی زادِ سفر۔ میں نے اس خوف سے کہ کہیں اجنبی شہر میں لُٹ نہ جاؤں ۔ وہ جواہرات ایک عطّار کے پاس امانت رکھوا دیئے تھے ۔ مگر افسوس کہ آج جب میں نے اس سے اپنی امانت کا مطالبہ کیا تو وہ مُکر گیا ۔ اس نے مجھے بُرا بھلا کہا اور شریر لڑکوں کو یہ کہہ کر میرے پیچھے لگا دیا کہ میں پاگل ہوں" ۔ اس کے آنسو بہہ نکلے ۔

بُہلُول نے اُسے تسلّی دی ۔ "بھائی ۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ اس شہر میں تمھارے ساتھ ایسا سُلوک ہوا ہے ۔ لیکن تم فکر نہ کرو ۔ تمھاری اَمانت تمھیں ضرور ملے گی" ۔

"مجھے یقین تو نہیں آتا ۔ وہ عطّار حد درجہ چالاک اور مکّار ہے ۔ لیکن امید پر دنیا قائم ہے ۔ مایوسی کُفر ہے ۔ اس لیے میں بھی اپنی ٹوٹی آس پھر جوڑ لیتا ہوں ۔ اگر آپ میری جمع پونجی مجھے دلوا دیں ۔ تو میں عمر بھر آپ کو دُعائیں دوں گا" ۔ اجنبی نے کہا ۔

"بھائی تم نے سچ کہا کہ مایوسی کُفر ہے ۔ تم فکر نہ کرو ۔ تمھاری اَمانت تمھیں ضرور ملے گی ۔ بُہلُول نے بڑے یقین سے کہا۔

"خدا آپ کا بھلا کرے" ۔ اجنبی بولا ۔

"اچھّا اب تم اس طرح کرو کہ مجھے اس عطّار کا پتہ بتادو کل اسی وقت تم پھر اس عطّار کی دکان پر آنا اور اس سے اپنی امانت کا مطالبہ کرنا ـــ بُہلُول نے اسے ہدایت دی ـــ

"نہیں جناب ـــ اب میں اس مکّار کی دکان پر نہیں جاؤں گا پہلے ہی اس نے میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا" ـــ اجنبی نے گھبرا کر کہا

"پوری بات تو سُن لو یار ـــ تمھیں اِس قدر گھبرانے کی ضرورت نہیں ـــ میں اس کی دکان پر پہلے سے موجود ہوں گا ـــ یہ میرا ذمّہ کہ وہ تمھیں کچھ نہیں کہے گا" ـــ بُہلُول نے زور دے کر کہا ـــ

اگلے روز بُہلُول اس عطّار کی دکان پر پہنچا ـــ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی ـــ وہ اُسے سلام کرکے بولا ـــ "جناب ـــ میں کچھ عرصے کے لیے خُراسان جارہا ہوں ـــ دُور کا سفر ہے ـــ خُدا معلوم واپس آؤں یا نہ آؤں ـــ راہ میں چور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے ـــ یہ میری جمع پونجی ـــ کچھ جواہرات اور تیس ہزار اشرفیاں ہیں ـــ آپ انھیں میری امانت سمجھ کر رکھ لیں ـــ اگر میں تین ماہ بعد واپس آگیا ـــ تو اپنی امانت لے لوں گا ـــ اگر مجھے واپس آنا نصیب نہ ہوا ـــ تو آپ اِس رقم سے کوئی مسجد بنوا دیں" ـــ بُہلُول نے نہایت سنجیدگی سے کہا ـ

عطّار نے تھیلی ہاتھ میں لی ـــ اس کا بوجھ محسوس کرکے وہ دل ہی دل میں خُوش ہوا اور بولا ـــ "جناب ـــ آپ کا کہا سَر

آنکھوں پر — آپ بدشگونی کی باتیں نہ کریں — اِنشاءَ اللّٰہ آپ ضرور واپس آئیں گے اور اپنی اَمانت اسی طرح محفوظ پائیں گے۔"

"میں آپ کا بہت مُتشکر ہوں — آپ نے میری پریشانی دُور کردی ہے" — بُہلُول نے تھیلی اس کے حوالے کردی —

اُسی وقت وہ اجنبی بھی دکان پر پہنچ گیا اور بڑی لجاجت سے بولا "جناب! میں نے جو امانت آپ کے پاس رکھوائی تھی — براہِ کرم اُسے عِنایت فرما دیجیے" —

عطّار سوچنے لگا کہ اسے کیا جواب دے — اگر وہ انکار کرتا تو بُہلُول مشکوک ہوسکتا تھا — کیا خبر وہ اپنی امانت واپس لے جائے اور کسی دُوسرے کے پاس رکھوا دے — بُہلُول کی تھیلی اس کی تھیلی سے زیادہ وزنی ہے — بُہلُول خلیفہ کا رشتہ دار بھی ہے — اس کو اکثر و بیشتر خلیفہ سے نذرانے ملتے رہتے ہیں — یقیناً اس کے جواہرات زیادہ قیمتی ہوں گے — یہ سوچ کر اس نے اپنے مُلازم سے کہا کہ "وہ اجنبی کی تھیلی لاکر اسے دے دے"۔

اُس شخص نے تھیلی لی اور دُعائیں دیتا ہوا چلا گیا — بُہلُول بھی عطّار کو خُدا حافظ کہہ کر رخصت ہوگیا — عطّار نے بیقراری سے وہ تھیلی کھولی تاکہ اس کی مالیت کا اندازہ کرسکے — یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں کہ تھیلی میں لوہے اور کانچ کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے۔

بُہلُول بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دامن پکڑ لیا۔ بُہلُول نے اس کی طرف دیکھا — "کیا بات ہے بھائی — مجھے کیوں روکا ہے" — ؟

وہ پریشانی سے بولا — "جناب شیخ بُہلُول — خُدا کے لیے میری مدد کیجیے — ورنہ میں بے موت مارا جاؤں گا" —

"کیوں خیریت تو ہے" — بُہلُول نے پوچھا۔

"بس خیریت ہی تو نہیں ہے — میری اس زبان نے آج مجھے مروا دیا ہے — میں نے اپنی موت کا سامان خُود اپنے ہاتھوں کیا ہے" — وہ تأسّف سے کہنے لگا —

"بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا ہے" — ؟ بُہلُول نے اِستِفسار کیا

"کیا بتاؤں جناب — اپنی حماقت کا حال اپنی زبان سے کس طرح کہوں — دراصل ہوا یُوں کہ حاکمِ کُوفہ کی خدمت میں کسی نے ایک بے حد خُوب صورت گدھا پیش کیا۔ سب لوگ اس کی تعریف کرنے لگے — کوئی کہتا تھا کہ یہ بہت اعلیٰ نسل کا گدھا ہے — کوئی کہتا تھا کہ اسے خُوب سدھایا گیا ہے — کوئی کہتا تھا کہ یہ بہت چاق و چوبند اور مستعد ہے۔ میرے مُنہ سے کہیں نکل گیا کہ یہ گدھا تو اتنا دانشمند ہے کہ

اسے پڑھایا جاسکتا ہے"۔

بس میرا اتنا کہنا تھا کہ حاکمِ کُوفہ نے میری بات پکڑلی۔ میرے مخالفوں نے اسے اور ہوا دی ۔ یہاں تک کہ حاکمِ کُوفہ نے مجھے حکم دے دیا۔ کہ میں گدھے کو پڑھاؤں اور اپنا قول سچ کرکے دکھاؤں ۔ اگر میں اِس میں کامیاب ہوگیا۔ تو مجھے اِنعام واکرام دیا جائے گا۔ اور اگر میں کامیاب نہ ہوا ۔ تو میری گردن ماردی جائے گی ۔ میں سخت مُصیبت میں ہوں بھائی بُہلُول ۔ میری جان پر بنی ہے ۔ خُدا کے لیے کوئی صورت پیدا کرو کہ میں بچ جاؤں"۔

بُہلُول بولا۔"بھائی غم نہ کر۔ میں تجھے ایک ترکیب بتا دوں گا۔ آگے جو اللہ کو منظور"۔

مُقررہ مدّت بعد حاکمِ کُوفہ نے اسے طلب کیا۔ وہ گدھے کو لے کر اس کے دربار میں پہنچا۔ سارا دربار بھرا ہوا تھا اور لوگ بڑے شوق سے دیکھ رہے تھے کہ ۔ پڑھا لکھا گدھا۔ کیوں کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے ۔

اُس شخص نے گدھے کے سامنے کتاب رکھی۔ گدھا صفحے اُلٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ تمام صفحے اُلٹ گیا اور جب کتاب بند کرچکا۔ تو اُس نے زور سے پکارا ۔ ڈھینچوں ۔! ڈھینچوں ۔!! ڈھینچوں ۔!!!

حاضرین اور حاکم حیران رہ گئے ۔۔۔ انھوں نے تسلیم کرلیا کہ گدھا تمام کتاب پڑھ چکا ہے اور اپنی زبان میں اس کا اعلان کررہا ہے ۔۔۔ حاکم نے اس شخص کو بھاری اِنعام واکرام دیا ۔۔۔ وہ خوش خوش واپس آیا اور بُہلُول کی خدمت میں پہنچا ۔۔۔

"جناب شیخ بُہلُول ۔۔۔ یہ اِنعام واِکرام ۔۔۔ یہ سب آپ کا حق ہے ۔۔۔ اگر آپ مجھے وہ ترکیب نہ بتاتے تو میں اپنی جان سے بھی جاتا" ۔۔۔

"نہیں بھائی ۔۔۔ یہ اِنعام واِکرام تمھیں ہی مُبارک ہو ۔۔۔ میں نے تو صرف ترکیب بتائی تھی ۔۔۔ گدھے کے ساتھ محنت تو تم نے کی" ۔۔۔ بُہلُول نے بے نیازی سے کہا ۔۔۔

قریب ہی کھڑا ہوا ایک شخص بولا ۔۔۔ "بھائی وہ ترکیب کیا ہے ۔۔۔ جس نے گدھے کو ساری کتاب پڑھوادی" ۔۔۔؟

وہ شخص ہنسا اور بولا ۔۔۔ "اب تو میری جان بچ گئی ہے سو اس ترکیب کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ۔۔۔ کہ جس کو اپنے گدھے کو پڑھوانا ہو ۔۔۔ وہ اس طریقے سے پڑھاتے" ۔۔۔

"ہاں بھائی بتاؤ ۔۔۔ دوسرا شخص پوچھنے لگا ۔۔۔

"سُنو بھائی ۔۔۔ وہ کتاب جو گدھے کو پڑھانی ہو ۔۔۔ اس کے کے درمیان جَو رکھ دو ۔۔۔ گدھے کو دن بھر بھُوکا رکھو ۔۔۔ اور شام کو وہی کتاب اس کے سامنے رکھ دو ۔۔۔ بھوکا گدھا کتاب کے صفحے

اُلٹتا جائے گا اور جَو کھاتا جائے گا ــــ اِس طرح آٹھ دس دن یہ عمل دُہراؤ گے ــــ تو گدھا اس کا عادی ہو جائے گا کہ اس کی خوراک کتاب کے صفحوں کے درمیان ہے ــ اب جس وقت بھی گدھے سے کتاب پڑھوانے کا مُظاہرہ کروانا ہو ــ تو اُسے بھُوکا رکھو ــ اور کتاب کے درمیان جَو بھی نہ رکھو ــ اب گدھا یہی سمجھے گا کہ صفحوں کے درمیان جَو رکھے ہوتے ہیں ــــ وہ بھُوک سے بے تاب ہو کر صفحے اُلٹتا جائے گا ــ آخری صفحے تک جب اسے جَو نہیں ملیں گے ــــ تو وہ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں کر کے اِعلان کر دے گا کہ اُس نے ساری کتاب پڑھ لی ہے"ــــ

۲۸

ایک کارواں سرائے میں بھٹیارے اور ایک ہندوستانی سوداگر کا جھگڑا ہو رہا تھا ــــ دونوں میں زبردست تُوتُکار ہو رہی تھی ــــ باقی مسافر جو سرائے میں ٹھہرے ہوتے تھے ــــ انھوں نے آکر پوچھا کہ کیا مُعاملہ ہے ــــ؟ بھٹیارے نے غصّے سے کہا "دیکھیے جناب ــ یہ عجیب شخص ہے کہ کھانا کھالیا اور قیمت ادا کرتے ہوئے اسے موت آتی ہے ــــ ہم یُوں ہی مُفت خوروں کے پیٹ بھرنے لگے ــ تو کل کو بھیک مانگتے پھریں گے"ــــ ایک مُسافر نے سوداگر کی طرف دیکھا ــــ "جناب ــ آپ

خاصے معقول اور آسودہ حال نظر آتے ہیں — آخر آپ اس غریب آدمی کے پیسے کیوں نہیں ادا کر دیتے "—

"قبلہ میں تو پیسے دینے کے لیے تیار ہو۔ بلکہ میں نے تو اس کے ساتھ یہ بھلائی کی کہ اسے پچھلے کھانے کے پیسے بھی ادا کرنا چاہتا ہوں — جو میں اتفاقاً بھول گیا تھا — لیکن یہ کچھ اور ہی حساب بتا رہا ہے — یوں لگتا ہے — جیسے سارے ہی مسافروں کے کھانے کی قیمت یہ مجھ سے وصول کرنا چاہتا ہے"۔

سوداگر نے اپنا موقف بیان کیا —

"بھلائی کس بات کی" — بھٹیارہ تنک کر بولا — "ایک تو پہلے رقم ہی ادا نہیں کی۔ اُسی کا مجھ پر احسان جتلاتے ہو — کھانا کھایا ہے — تو قیمت بھی ادا کرو — اور خوامخواہ جھگڑا نہ بڑھاؤ"—

تکرار بڑھی — تو کوئی قصبے کے مُقدّم کو بھی بُلا لایا — اس نے دونوں سے کل واقعہ بیان کرنے کو کہا —

سوداگر بولا — "جناب —! مُعاملہ یہ ہے — کہ پچھلے سال بھی میں اسی سرائے میں ٹھہرا تھا — میں نے کھانے میں ایک مُرغی اور چند انڈے کھائے تھے — مگر جلدی میں ہونے کی وجہ سے میں اس کی قیمت ادا نہیں کر سکا — میں نے سوچا کہ اگلے سال ادا کر دوں گا — اب میں نے اس سے اس کھانے کا حساب پوچھا ہے — تو ایک ہزار دینار مانگتا ہے — آپ ہی انصاف سے

بتائیے کہ کیا ایک مُرغی اور چند انڈوں کی قیمت ایک ہزار دینار ہوتی ہے"۔۔۔؟

مُقَدَّم نے بھٹیارے سے کہا۔۔۔"کیوں صاحب۔آپ اِس سلسلے میں کیا کہتے ہیں"۔۔؟

بھٹیارے نے گلا صاف کیا اور بڑے ٹھسے سے بولا ۔۔۔ "جناب عالی ۔۔۔ ابھی تو میں نے بڑی فیّاضی سے کام لیا ہے۔ کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور میں کسی کا دین دار نہ بنوں ۔۔۔ آپ ذرا انصاف سے غور فرمائیں ۔کہ ان حضرت نے پچھلے سال بڑے مزے سے ایک مُرغی اور چھ انڈے ڈٹ کر کھائے تھے ۔۔اب اگر وہ مُرغی زندہ ہوتی اور میں وہی چھ انڈے اس کے نیچے رکھ دیتا ۔۔ تو ان میں سے چوزے نکل آتے ۔۔۔ وہ چُوزے بڑے ہوکر انڈے دیتے ۔۔ تو میں ان سے بھی چُوزے نکلواتا ۔۔۔ آپ عقلمند ہیں ،خُود ہی حساب لگالیں کہ ایک سال میں وہ مُرغی اور چھ انڈے ۔۔۔ ہزاروں مُرغیوں اور چُوزوں میں بدل جاتے ۔۔یہ سارا منافع محض اس وجہ سے میرے ہاتھوں سے نکل گیا کہ ان حضرت نے وہ مرغی اور انڈے کھالیے تھے ۔۔۔اب میں نے اسی حساب سے قیمت صرف ایک ہزار دینار لگائی ہے ۔۔ تو انھیں ادا کرتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے ۔۔۔ اور مجھ سے جھگڑا کرنے پر تُل گئے ہیں"۔۔۔

مُقدّم بھٹیارے کا دوست تھا۔ اِس لیے اس نے فیصلہ بھٹیارے کے حق میں دے دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ بھٹیارے کو ایک ہزار دینار ادا کرے۔

سوداگر بچارہ بہت پریشان تھا کہ اتنی رقم کہاں سے ادا کرے کہ مُسافروں میں سے ایک شخص بولا "حضرات۔ اگر کوئی مجھے ایک تیز رفتار سواری مُہیّا کر دے۔ تو میں ابھی بغداد سے قاضی کو لے کر آتا ہوں۔ پھر وہ جو فیصلہ کر دے۔ اسے مان لیا جائے"۔

باقی مُسافروں نے اس کی حمایت کی۔ سوداگر بولا "بھائی آپ میرا خچّر لے جائیں۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اور خُدا کے لیے قاضی صاحب کو لے کر آئیں۔ یہ قصبہ تو اندھیر نگری ہے۔ میں اِتنی رقم اِس کو ادا کر دوں۔ تو کیا خُود بھیک مانگ کر اپنے ملک واپس جاؤں۔ خُدا آپ کا بھلا کرے۔ میری مدد کیجیے"۔

اُس شخص نے خچّر لیا اور برق رفتاری سے بغداد کی سمت روانہ ہو گیا۔ شہر چند کوس کے فاصلے پر تھا۔ وہ جلد ہی واپس آگیا اور بولا۔ "قاضی صاحب کچھ مصروف تھے۔ انھوں نے آدھے گھنٹے تک آنے کا وعدہ کیا ہے۔ آپ لوگ انتظار کیجیے"۔

ایک۔ ایک کر کے منٹ گِنے جانے لگے۔ لوگ بے چینی

بسے اس راستے کی طرف دیکھنے لگے ۔۔ جس طرف سے قاضی صاحب کو آنا تھا ۔۔ آدھا گھنٹہ گزرا ۔۔ پھر ایک گھنٹہ ہوا ۔۔ لوگوں کی بے چینی بڑھی ۔۔ سوداگر کی پریشانی کا ٹھکانہ نہیں تھا اور بھٹیارا مونچھوں کو تاؤ دیتا ۔۔ خوش خوش پھر رہا تھا ۔۔ وقت اور گزرا ۔۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ ہوگیا ۔۔

اچانک بغداد کی طرف سے آنے والے راستے پر ایک ٹوپی نظر آئی ۔۔ پھر گدڑی میں لپٹا ایک درویش نمودار ہوا ۔
"قاضی صاحب آگئے ۔۔ قاضی صاحب تشریف لے آئے"۔
اس مسافر نے خوشی سے نعرہ مارا ۔۔

لوگ احتراماً اُٹھ گئے اور اُنھوں نے حیرت سے اس درویش کو دیکھا جس کا نام بہلول تھا ۔۔ وہ اپنے گدھے سے اُترا اور اپنا عصا ٹیکتا درمیان میں آبیٹھا ۔۔ اور بولا ۔۔ "حضرات! میں معذرت خواہ ہوں کہ مجھے یہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی ۔ مجھے اس جھگڑے کی اطلاع مل گئی تھی ۔ مگر میں جلدی نہیں آسکتا تھا ۔۔ دراصل میں مقدموں کے فیصلے کرنے کے علاوہ ۔۔ کاشت کاری بھی کرتا ہوں ۔۔ آج جب آپ کا پیغام مجھے ملا تو میں گیہوں کے بیج اُبال رہا تھا ۔۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ گیہوں کے بیج اُبال لیے جائیں ۔۔ تو پیداوار اچھی ہوتی ہے ۔۔ بس وہ بیج اُبالتے اُبالتے ہی مجھے اتنی دیر ہوگئی ۔۔ میں ایک بار

پھر آپ سے مُعافی کا خواستگار ہوں"۔

مُقدّم اور حاضرین حیران ہوئے۔ بھٹیارے نے غُصّے سے کہا۔ "جناب۔ آپ کیسے قاضی ہیں۔ جو گیہوں کے بیجوں کو اُبال کر بوتے ہیں۔ آپ نے مقدّمے کا فیصلہ کیا کرنا ہے"۔

"کیوں نہیں جناب۔ میں بالکل درست فیصلہ کروں گا اِنْشَاءَ اللہ۔ اور گیہوں اُبالنے پر آپ کو تعجّب کیوں ہے۔؟ آپ کے یہاں تو بُھنی ہوئی مُرغیاں بھی انڈوں پر بیٹھتی اور چُوزے نکالتی ہیں۔ تو اُبلے ہوئے گیہوں کیوں نہ ہرے ہونگے"

لوگ چونک گئے۔ مُقَدّم بھی اپنی جانبداری پر شرمندہ ہوا اور بولا۔ "سُبْحَانَ اللہ۔ حُضور آپ نے تو بات ہی بات میں فیصلہ کردیا"۔

"نہیں ابھی فیصلہ ہونا باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بھٹیارا اور سوداگر اپنے دل سے رنجش نکال دیں اور دونوں گلے مِلیں۔ اور بھٹیارا آئندہ بُھنی ہوئی مُرغیوں کی اولادوں کی قیمت مُسافروں سے نہ وصول کیا کرے"۔

٢٩

شیخ جنید بغدادی۔ بغداد کی گلیوں میں اپنے مُریدوں کے ہمراہ چلے جارہے تھے۔ اچانک انھوں نے مُڑکر کہا۔

"آؤ صحرا کی جانب کہ مجھے وہاں کسی سے ملنا ہے"۔

مریدوں کو حیرت ہوئی — لیکن ان میں سوال کرنے کی جرأت نہیں تھی — وہ خاموشی سے ان کے عقب میں چلتے گئے دیکھا کہ اینٹ کے سرہانے پر سر رکھے ایک درویش محوِ استراحت ہے — وہ اپنے آپ میں اس قدر مگن تھا کہ اسے شیخ اور اس کے مریدوں کے قدموں کی چاپ بھی سنائی نہیں دی۔

شیخ نے ادب سے سلام کیا — "حضرت بہلول — میرا سلام قبول فرمائیے"۔

بہلول نے نگاہ اٹھائی — سلام کا جواب دیا اور بولا۔ "تم کون ہو"۔؟؟

"حضور — میں جنید بغدادی ہوں" — شیخ نے اپنا تعارف کرایا۔

"اچھا — میں سمجھا — تم ہی ابوالقاسم ہو — بہلول نے سوال کیا۔

"جی — آپ درست سمجھے" — شیخ نے ادب سے کہا۔

"سنا ہے — تم لوگوں کو روحانی تعلیم دیتے ہو"۔؟ بہلول نے پوچھا۔

"جی ہاں — یہ ناچیز اپنی سی کوشش کرتا ہے" — شیخ نے عاجزی سے جواب دیا۔

"لوگوں کو تو تم رُوحانی تعلیم دیتے ہو ـــــ کیا تمھیں کھانا کھانے کا طریقہ معلوم ہے"ـــــ؟ بُہلُول نے پُوچھا ـــــ

شیخ چونکے اور پھر سنبھل کر بولے ـــــ "میں بِسْمِ اللہ کہہ کر شروع کرتا ہوں ـــــ اپنے سامنے سے کھاتا ہوں ـــــ چھوٹے چھوٹے لُقمے لیتا ہوں ـــــ دائیں طرف مُنہ میں رکھتا ہوں ـــــ آہستگی سے چباتا ہوں ـــــ کھانے میں شریک لوگوں کے نوالے نہیں گِنتا ـــــ کھانا کھاتے ہُوئے اللہ کی حَمد کرتا ہوں اور ـــــ کھانا شروع کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوتا ہوں"

"واہ بھائی ـــــ کیا کہنے"ـــــ بُہلُول سر جھٹک کر اُٹھا اور اپنا دامن جھاڑ کر بولا ـــــ "تم تو خلقت کے مُرشِد بنے پھرتے ہو ـــــ اور تم کو ابھی تک کھانا کھانا بھی نہیں آتا"ـــــ اُس نے اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا ـــــ

شیخ کے مُریدوں کو اس کا اس طرح کہنا بہت ناگوار معلوم ہوا ـــــ ان میں سے ایک غصّے سے بولا ـــــ پیر و مُرشِد ـــــ یہ بُہلُول تو بالکل پاگل ہے ـــــ آپ اس کی بات کا خیال نہ کریں"ـــــ

شیخ نے سر ہلایا ـــــ "یہ پاگل ضرور ہے ـــــ مگر ہزار دانشمندوں پر بھاری ہے ـــــ اَصل حقائق اِسی کے پاس ہیں ـــــ آؤ چلو ـــــ اس سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے"ـــــ

مُرید بادلِ نخواستہ شیخ کے ساتھ چل پڑے ـــــ بُہلُول اپنی

دُھن میں مَست چلتا چلا گیا ۔۔ شیخ نے اسے نہ پُکارا نہ روکا ۔۔ یہانتک کہ وہ ایک ویرانے میں جا بیٹھا ۔۔

شیخ مُحتاط قدموں سے اس کے قریب پہنچے اور اسے پھر سلام کیا ۔۔

بُہلُول نے نِگاہ اُٹھائی ۔۔ "تم کون ہو" ۔۔؟

"میں شیخ بغدادی ہوں ۔۔ جو کھانا کھانا بھی نہیں جانتا" انھوں نے اِعترَاف کیا ۔۔

بُہلُول نے بے نیازی سے کہا ۔۔ "کھانا کھانا تو تم کو آتا نہیں ۔۔ کیا بات کرنا آتا ہے" ۔۔؟؟

"جی ۔۔ میرا خیال ہے کہ میں کسی حد تک بات کرنی جانتا ہوں" ۔۔ شیخ نے جِھجک کر جواب دیا۔

"سُبْحَانَ اللہ ۔۔ !!! بتاؤ ۔۔ تم کِس طرح گُفتگو کرتے ہو" ۔۔؟ بُہلُول نے پوچھا ۔۔

"میں اِعتِدال کی حد تک بات کرتا ہوں ۔۔ بے موقع اور بہت زیادہ نہیں بولتا ۔۔ سامعین کی عَقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کرتا ہوں ۔۔ دُنیا والوں کو اللہ اور اس کے رَسُول کی طرف بُلاتا ہوں ۔۔ میں اتنا نہیں بولتا کہ سُننے والے بیزار ہو جائیں ۔۔ میں اپنی گُفتگو میں ظاہری اور باطِنی عُلوم کی باریکیوں کا لحاظ بھی رکھتا ہوں" ۔۔ شیخ نے کوشش کی اِس مرتبہ کوئی کسر نہ رہ جائے۔

"عجیب شخص ہو تم "۔۔ بہلول بیزاری سے اُٹھ کھڑا ہوا ۔۔
"کھانا کھانا تو درکنار ۔۔ تم کو تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں" ۔۔
اس نے اپنا دامن جھٹکا اور آگے بڑھ گیا ۔۔

مُریدوں کو سخت ناگوار گزرا ۔۔ انھوں نے گھور کر دُور جاتے ہوئے بہلول کی طرف دیکھا اور غصّے سے بولے ۔۔ "یا شیخ ۔۔ یہ دیوانہ کس قدر گستاخ ہے ۔۔ اس کو آپ کے علم اور مرتبے کا کیا اندازہ اسے اپنے حال پر چھوڑیے اور تشریف لے چلیے " ۔۔

"نہیں " ۔۔ شیخ بغدادی نے کہا ۔۔ " یہ دیوانہ ۔۔ دانائی کا خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے ۔۔ اور مجھے اسی کی حاجت ہے ۔۔ آؤ میرے ساتھ " ۔۔

وہ پھر بہلول کے پیچھے چل دیے ۔۔ کچھ دُور تک بہلول اپنے خیال میں مگن چلتا چلا گیا ۔۔ پھر اس نے مُڑ کر دیکھا اور بولا ۔۔ "شیخ بغدادی ۔۔ تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو ۔۔ نہ تم کو کھانا کھانا آتا ہے ۔۔ نہ گفتگو کے آداب جانتے ہو ۔۔ شاید سونے کا طور طریقہ بھی تم کو نہیں آتا ہوگا " ۔۔

"جیسا مجھے آتا ہے ۔۔ میں آپ کو بتاتا ہوں" ۔ شیخ نے ادب سے کہا ۔۔

"بتاؤ " ۔۔ بہلول نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا ۔۔
شیخ بھی بیٹھ گئے اور بولے ۔۔ " میں جب عشاء کی نماز

پڑھ کر اَوْرَاد و وَظائِف سے فارغ ہو جاتا ہوں ـــ تو سونے کے کپڑے پہن لیتا ہوں ـــ اور ان آداب کو جو رسول اللہ ؐ اور دین کے بزرگوں کے طفیل ہم تک پہنچے ہیں ـــ ملحُوظِ خاطِر رکھتا ہوں ـــ

"کمال ہے"ـــ بُہلول نے کہا ـــ "ان حضرت کو تو سونا بھی نہیں آتا" ـــ اس نے اُٹھنا چاہا ـــ لیکن شیخ بغدادی نے دامن پکڑ لیا اور منّت کرنے لگے ـــ

"جناب شیخ بُہلول ـــ خُدا کے لیے تشریف رکھیے اور مجھے وہ سب تعلیم کیجیے جو میں نہیں جانتا ـــ بلاشبہ آپ درست فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا" ـــ

بُہلول مسکرایا ـــ "شیخ ـــ پہلے تم سب جاننے کا دعویٰ رکھتے تھے ـــ اِس لیے میں نے تم سے کنارا کیا ـــ اب تم نے اپنی ناواقفیت کا اعتراف کر لیا ہے ـــ تو تم کو سکھانے میں کوئی حَرَج نہیں ـــ تو سنو" ـــ

"میں ہمہ تن گوش ہوں" ـــ شیخ بغدادی نے توجّہ سے کہا۔

"تم نے کھانا کھانے کے آداب میں جو کچھ بیان کیا ـــ وہ سب فرُوعات ہیں ـــ جبکہ اُصول کی اہمیت مُسلّم ہے ـــ تو کھانا کھانے کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ کھایا جائے ـــ وہ حلال اور جائز ہو ـــ اگر حرام غذا کو ایک ہزار آداب کے ساتھ بھی کھایا

جاتے — تو وہ بے فائدہ ہے اور دل کی تاریکی کا سبب بنتا ہے"۔
بُہلُول نے بیان کیا —
"سُبْحَانَ اللّٰہ — ! آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں"۔
جُنید نے کہا —
بُہلُول نے اپنی بات جاری رکھی — "بات کرنے میں سب سے پہلے قلب کی پاکیزگی اور نیت کا درست ہونا ضروری ہے اور وہ گفتگو خُدا کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہیے — اگر کسی دُنیاوی کام کی غرض سے ہوگی — تو چاہے کیسے ہی الفاظ چُنے جائیں — وہ مُصیبت ہی مُصیبت ہے — اِس لیے خاموشی ہی میں عافیت ہے"۔
"سونے کے بارے میں جو کُچھ تم نے بیان کیا — وہ بھی فرُوعات ہیں — اس کی اصل یہ ہے کہ سوتے وقت دل میں کسی بھی مُسلمان سے بُغض، کینہ اور حسد نہ ہو — دِل میں دُنیا اور مالِ دُنیا کا لالچ نہ ہو — اور سوتے ہوئے خدا کی یاد دل میں ہو"۔
شیخ بغدادی نے بے ساختہ اُٹھ کر بُہلول کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور اُسے دعائیں دیتے ہوئے رُخصت ہوئے — ان کے جو مُرید بُہلُول کو دیوانہ اور پاگل سمجھ رہے تھے — انھیں اپنے عمل پر خجالت و شرمندگی ہوئی اور انھوں نے نئے سرے سے اپنے قلب کی روشنی میں زندگی کو دیکھنا شروع کیا —

عبداللہ مُبارک کے دل میں بُہلول سے مُلاقات کا شوق ہوا ۔ کسی نے بتایا کہ وہ صحرا میں ملے گا ۔ عبداللہ صحرا کی جانب روانہ ہوا ۔ ایک جگہ اس نے بُہلول کو دیکھا کہ ننگے سر، ننگے پاؤں یَاھُو ۔ یَاھُو پکار رہا ہے ۔ وہ قریب گیا اور سلام کیا ۔ بُہلول نے سلام کا جواب دیا ۔

عبداللہ مُبارک بولا ۔ یا شیخ ۔ مجھے کچھ نصیحت کیجیے ۔ مجھے بتائیے کہ زندگی کو گناہوں سے کس طرح پاک کروں ۔ اپنے سرکش نفس سے کس طرح بازی لے جاؤں اور کیوں کر راہِ نجات اختیار کروں" ؟ ۔

بُہلول نے سادگی سے کہا ۔ "بھائی ۔ جو خُود عاجز اور پریشان ہے ۔ اس سے کوئی دُوسرا کیا امید رکھ سکتا ہے ۔ میں تو دیوانہ ہوں ۔ تو جا کر کسی عقلمند کو تلاش کر جو تیری فرمائش پُوری کر سکے" ۔

عبداللہ نے سینے پر ہاتھ رکھا ۔ "بُہلول ۔ اِسی لیے تو یہ ناچیز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ سچّی بات کہنے کی جُرأت تو صرف دیوانے ہی رکھتے ہیں" ۔

بُہلول نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش

ہوگیا۔۔۔ عبداللہ منّت خوشامد کرنے لگا۔۔۔ جب اس نے بہت مجبور کیا۔۔ تو بہلول بولا۔۔

"عبداللہ۔۔ میری چار شرطیں ہیں۔۔ اگر تم قبول کرلو۔ تو میں تمھیں راہِ نجات دکھا دوں گا"۔۔۔

"بسر و چشم۔۔! چار کیا میں آپ کی چار ہزار شرطیں ماننے کو تیار ہوں کہ راہِ نجات تو اس میں سستی ہے"۔۔ عبداللہ نے بے صبری سے کہا۔۔۔

"تو پھر سُن"۔ بہلول کہنے لگا۔۔۔ "میری پہلی شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرے یا خدا کے حکم کی نافرمانی کرے۔۔۔ تو اس کا رزق بھی مت کھا"۔۔۔

عبداللہ گھبرایا۔۔۔ "یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی خدا کا رزق نہ کھائے"۔۔۔

بہلول بولا۔۔۔ "تو پھر عقلمند آدمی۔۔ خدا کی بندگی کا دعویٰ بھی نہ کرو۔۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔۔ کہ جس کا کھاؤ اسی کی نمک حرامی کرو"۔۔۔

عبداللہ نے اعتراف کیا۔۔۔ "آپ سچ فرماتے ہیں۔۔ دوسری شرط بیان کیجیے"۔۔۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرنا چاہے۔ تو خدا کی زمین سے نکل جا۔ کہ یہ دنیا محضرِ خدا ہے۔۔۔ بہلول

نے کہا ۔

"اُفّ خدایا ۔ ! یہ شرط تو بالکل ہی ناقابلِ عمل ہے۔ زمین کے سوا بندہ کہاں رہ سکتا ہے" ۔ عبداللہ مبارک چلّایا

بہلول بولا ۔ "عبداللہ اتنا پریشان کیوں ہو رہا ہے ۔ کیا تجھ میں ذرّہ برابر بھی اِنصاف نہیں ہے ۔ کیا تیرے خیال میں یہ صحیح ہے کہ بندہ جس کے مُلک میں رہے ۔ جس کا رِزق کھاتے اور جس کی بندگی کا دعویٰ کرے ۔ اس کی نافرمانی بھی کرے" ۔ ؟

عبداللہ نادِم ہوا ۔ "بہلول بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ اب تیسری شرط بھی بیان کیجیے" ۔

بہلول بولا ۔ "بھائی تیسری شرط یہ ہے کہ جب تو کوئی گناہ کرنے کا اِرادہ کرے ۔ یا خُدا کی نافرمانی کرنا چاہے ۔ توکسی ایسی جگہ جاکر کر جہاں خُدا تجھے نہ دیکھ سکے ۔ نہ ہی تیرے حال سے واقِف ہو ۔ جب تجھے کوئی ایسی جگہ مِل جاتے جہاں تجھے خُدا نہ دیکھے ۔ تو پھر جو تیرا دل چاہے کر" ۔

عبداللہ بے حد پریشان ہوا ۔ "جناب شیخ بہلول ۔ یہ شرط بھی ویسی ہی کٹھن اور ناقابِلِ عمل ہے ۔ خُدا تو حاضِر و ناظِر ہے ۔ وہ عَالِمُ الْغَیب ہے ۔ وہ سب کچھ جانتا اور دیکھتا ہے ۔ توپھر ایسی کون سی جگہ ہے جو اس سے پوشیدہ اور اوجھل ہے" ۔

"تو عبداللہ! جب تُو یہ جانتا ہے ــــ کہ وہ حاضِر و ناظِر ہے ــــ تو پھر کیا کسی بندے کو زیب دیتا ہے کہ وہ خُدا کی زمین پر رہے ــــ اس کا رِزق کھائے ــــ اور اس کے سامنے ہی اس کی نافرمانی کرے اور پھر بھی اسے بندگی کا دعویٰ ہو ــــ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے ــــ یہ خیال نہ کرو کہ اللہ اس عمل سے غافِل ہے ــ جو ظالِم کرتے ہیں" ــــ

عبداللہ نے پشیمانی سے کہا ــ "بہلول میں لاجواب ہوں ــ اب آپ اپنی چوتھی شرط بیان کریں" ــــ

بہلول کہنے لگا ــ "چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت مَلکُ الموت اچانک تیرے پاس آئے ــ تاکہ خُدا کے اَمر کو پُورا کرے اور تیری رُوح قبض کر کے لے جائے تو تُو اس گھڑی مَلکُ الموت سے کہنا ــــ " اے مَلکُ الموت ــ ذرا تو ٹھہر ــ میں اپنے عزیزوں سے رُخصت ہو لوں ــــ اور وہ توشہ اپنے ساتھ لے لوں ــ جو آخرت میں میری نجات کا سبب ہو ــــ پھر تُو میری رُوح قبض کرنا" ــــ

"مَلکُ الموت کب کِسی کو مُہلت دیتا ہے شیخ بہلول ــــ یہ آپ نے کیسی کڑی شرط لگا دی ہے" ــــ عبداللہ مُبارک نے فریاد کی ــــ

"تو پھر اے دانشمند ــ اِس دیوانے کی بات سُن ــ جب تُو

جانتا ہے کہ مَوت سے کسی کو مفرّ نہیں ـــ مَلکُ الموت کسی کو مُہلَت نہیں دیتا ـــ گناہوں کے بیچ میں کِسی وقت بھی ـــ مَلکُ المَوت سامنے آن کھڑا ہوتا ہے ـــ پھر ایک سانس کی بھی مُہلَت نہیں ملتی ـــ جیساکہ خُداوندِ عالَم نے فرمایا ہے ـــ "جس وقت مَوت آئے گی ـــ تو نہ گھڑی بھر کی دیر ہوگی، نہ جلدی" ـــ تو اے عبداللہ ـــ! تو کب غفلت سے ہوشیار ہوگا ـــ؟؟ دیکھ غرُور سے دُور رہ اور آخرت کی فِکر کر ـــ لمبا سفر سامنے ہے اور عُمر بہت مختصر ہے ـــ جو کام اور عمَلِ خَیر آج ہوسکتا ہے ـــ وہ آج ہی کرلو ـــ کیا خبر تُو کل کو نہ دیکھ سکے ـــ جو وقت ہاتھ میں ہے وہی غنیمت ہے ـــ اَعمالِ خیر کی صورت میں آج ہی آخرت کا توشہ اپنے ہمراہ لے لے ـــ ایسا نہ ہو کہ کل پچھتانا پڑے" ـــ

عبداللہ کا سر جُھکتا چلاگیا اور اس کی زبان گُنگ ہوگئی ـــ بُہلُول نے کہا ـــ "عبداللہ ـــ! تم نے خود ہی مجھ سے نصیحت کرنے کی فرمائش کی تھی ـــ جو تمھیں راہِ نجات دکھادے ـــ تم نے اب سر کیوں جھکالیا ہے ـــ؟ تمھاری زبان پر تالا کیوں پڑگیا ہے تم آج میرے سامنے لاجواب ہوگئے ہو ـــ تو جب کل روزِ حشر تم سے پُوچھ گچھ ہوگی ـــ تو کیا جواب دوگے ـــ یہاں اِس دنیا میں ہی اپنا حساب صاف کرو ـــ تاکہ کل کے خَوف سے پناہ

میں رہو"۔۔۔

عبداللہ نے جھکا ہوا سر اُٹھایا اور سچائی سے بولا ۔۔۔
"جناب شیخ بہلول ۔۔۔ میں نے آپ کی نصیحت کو دِل و جان سے سُنا ہے اور اُسے حرزِ جان بنالوں گا ۔۔۔ آپ نے مجھے اپنا مُرید بنالیا ہے ۔۔۔ لوگ تو آپ کو یوں ہی دیوانہ کہتے ہیں ۔۔۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ آلِ محمدؐ کی صُحبت اور محبّت نے آپ کو یگانۂ روزگار بنادیا ہے ۔۔۔ آپ پاگل نہیں ۔۔۔ آلِ محمدؐ کے دیوانے ہیں"۔۔۔

بہلول نے اپنی گُدڑی اُٹھائی اور یہ کہتا ہوا چل پڑا ۔۔۔
"بندے کو لازم ہے کہ جو کچھ کرے ۔۔۔ خُدا کے حکم سے کرے اور جو کچھ کہے سُنے خُدا کے حکم سے ۔۔۔ کیونکہ وہ بندگی کا دعوٰی رکھتا ہے ۔۔۔ اور خود کو خُدا کا بندہ کہتا ہے"۔۔۔

آلِ محمدؐ کا دیوانہ

بہلول دانا

سیدہ عابدہ نرجس

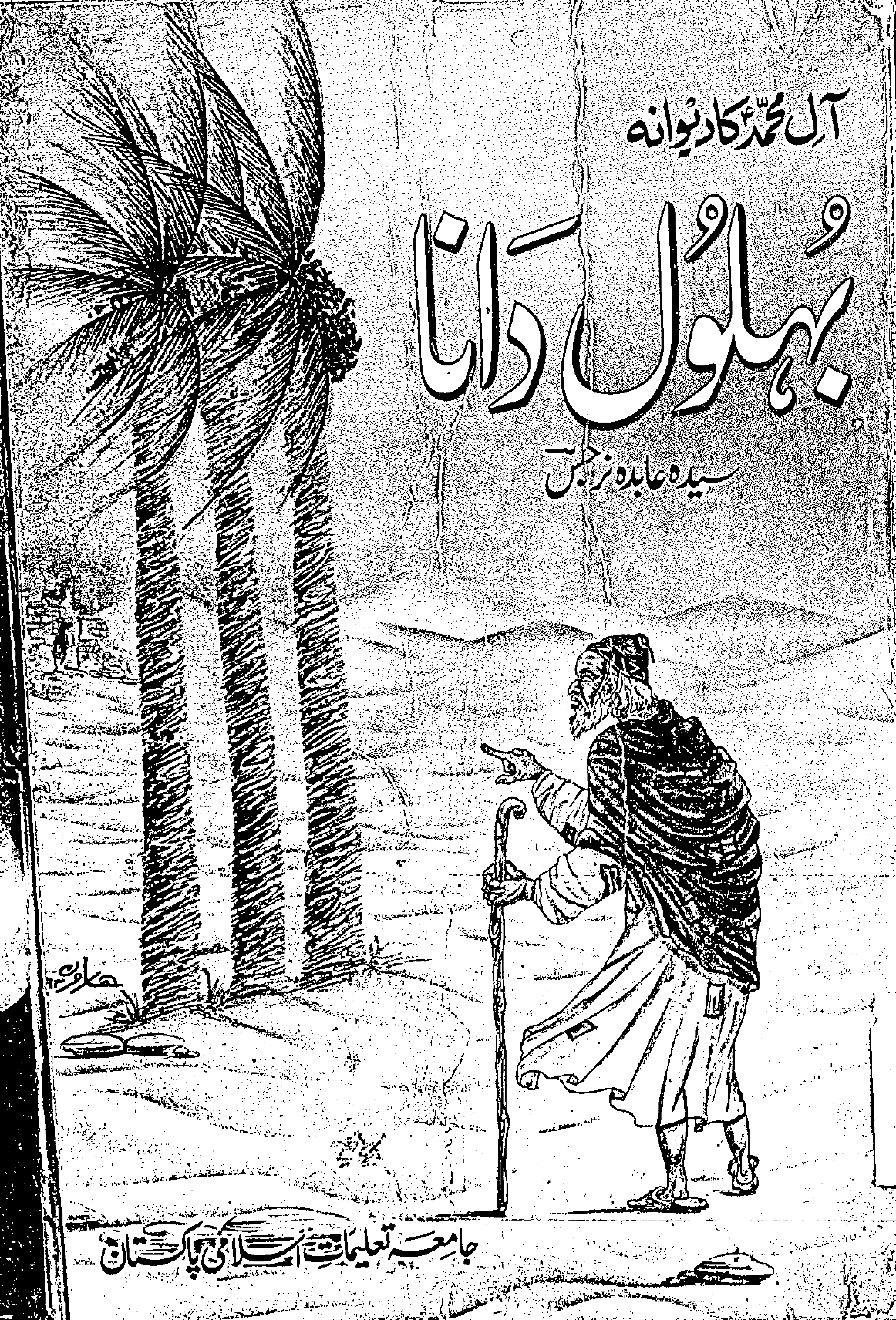

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان